داڑھی
کے دینی اور دنیاوی فوائد

داڑھی اور اصولِ فطرت • داڑھی اور اصولِ صحت

داڑھی اور اصولِ حسن • داڑھی اور اصولِ شریعت

• مسئلہ خضاب میں مسلک اعتدال • ایڈز کے اسباب

مرتب: مولوی تاج محمد حقانی ایم اے

[illegible]
دارالعلوم ... پاکستان

Ketabton.com

تصانیف

...نان ——— مطبوعہ
...لأشجار (فارسی) ——— مطبوعہ
...ن لگوانے کا حکم ——— مطبوعہ
...نگاہ سے)
...ے میں چند معرکۃ الآراء مسائل مطبوعہ
——— زیر ترتیب
...کے آئینے میں ——— زیر ترتیب
...ت شریعت اور سائنس کی نگاہ میں
——— مطبوعہ
...ستان ——— زیر ترتیب

داڑھی

کے دینی اور دُنیاوی فوائد

داڑھی اور اصُولِ فطرت ◉ داڑھی اور اصُولِ صحت

داڑھی، اور اصُولِ حُسن ◉ داڑھی اور اصولِ شریعت

◉ مسئلہ خضاب میں مسلک اعتدال ◉ ایڈز کے اسباب

ترتیب:۔ مولوی تاج محمد حقانی ایم اے گولڈ میڈلسٹ

مصنف۔ مولانا نور محمد خطیب مرکزی جامع مسجد وانا

و مہتمم دارالعلوم وزیرستان وانا۔ پاکستان

(c) ketabton.com: The Digital Library

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب: داڑھی کے دینی و دنیاوی فوائد
مصنف: مولانا نور محمد مدظلہ خطیب وزیرستان
ناشر: دار العلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان
کتابت: محمد یوسف کاموں کے گوجرانوالہ
پرنٹ: نفیس پرنٹرز لاہور
قیمت: تیس روپے (۳۰/-)
تعداد: ۱۰۰۰
سن کتابت: ۱۹۹۴ء
تصحیح کتابت: عبدالرزاق ڈیروی

ملنے کا پتہ

وانا جنوبی وزیرستان براستہ ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ شاہ اسماعیل شہیدؒ گوجرانوالہ
شاہ نفیس اکادمی ختم نبوۃ بلڈنگ سیالکوٹی گیٹ
گوجرانوالہ فون ، ۲۲۳۷۶۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	۱۲
۱	ایک اللہ والے اصرار	۱۲
۲	فطرت کا حسنِ عالمگیر	۱۸
۳	کائنات کے اشیاء اور مناظر کا اختلاف	۱۹
۴	فطرت کا قانونِ زوجیت	۲۰
۵	گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"	۲۱
۶	"نر" اور "مادہ" کا اختلاف اور امتیاز	۲۲
۷	مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات	۲۴
۸	فطرت کے اصولِ حسن اور داڑھی۔	۲۵
۹	عورت کا حُسن	۲۶
۱۰	مرد کا حسن۔	۲۷
۱۱	امریکہ میں ایک سروے۔	۲۸
۱۲	فطرت کے اصولِ صحت اور داڑھی۔	۳۱

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱۳-	اِنسانی جسم میں فطرت کا خودکار نظام	۳۲
۱۴-	داڑھی صحت کی محافظ ہے	۳۳
۱۵-	مسنون داڑھی اور مونچھیں، جراثیم کے لیے مانع ہیں۔	۳۴
۱۶-	چہرے، منہ اور ناک کو بار بار دھونے کی ظاہری حکمت	۳۶
۱۷-	داڑھی منڈانے کی سائنسی مضرات۔	۳۷
۱۸-	چہرے پر بار بار استرا پھرانا، چہرے کی فطرتی رونق ضائع کرانا ہے۔	۳۸
۱۹-	چہرے پر اُسترا چلانا، گویا کہ مہلک جراثیم کے لیے جسم کا بند دروازہ کھولنا ہے	۳۹
۲۰-	حجام سے داڑھی منڈانا ''ایڈز'' جیسے لاعلاج مرض کو دعوت دینا ہے۔	۴۰
۲۱-	''ایڈز'' کیا بیماری ہے؟ اور کِس طرح پھیلتا ہے؟	۴۱
۲۲	ایڈز، بیماری کِسی صحت مند انسان کو کن ذرائع سے لگتی ہے	۴۲

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۲۳-	وہ ذرائع جن سے ایڈز نہیں پھیلتا ہے۔	۴۵
۲۴-	ایڈز، کا علاج نہ تو فی الحال میسّر ہے اور نہ آئندہ متوقع ہے۔	۴۶
۲۵-	مسنون داڑھی مردانہ قوت کے لیے محافظ ہے	۴۹
۲۶-	''ٹسٹوسٹیرون'' رطوبت اور اِس کی کارکردگی۔	۵۱
۲۷	داڑھی کے بارے میں ڈاکٹروں اور ماہر سائنسدانوں کی رائے۔	۵۳
۲۸-	فطرت کے اصول بقائے قومیت اور داڑھی۔	۵۸
۲۹-	اقوامِ عالم کا امتیازی نشان اور یونیفارم	۶۰
۳۰-	ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت اور امتیاز۔	۶۲
۳۱-	فلسفۂ جدّوجہد للبقاء (سٹرگل فار لائف)	۶۳
۳۲-	ہندوستان بھی مسلمانوں اور سکھوں کو ہضم نہ کرسکا	۶۵

(c) ketabton.com: The Digital Library

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۳۳	لندن کے تعلیمی اداروں میں پگڑی پر پابندی اور سکھ طالب علموں کا کردار۔	۶۶
۳۴	فطرت کے اصولِ شریعت اور داڑھی۔	۷۱
۳۵	داڑھی کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان	۷۵
۳۶	احادیث میں داڑھی کے متعلق "اَمر" کے صیغوں کی وضاحت۔	۷۸
۳۷	لغت کے اعتبار سے داڑھی بڑھانے کا معنی۔	۸۱
۳۸	شریعت کے اصطلاح میں داڑھی بڑھانے کا مطلب	"
۳۹	داڑھی کے متعلق، احادیث کے لغوی اور شرعی معنوں میں تطبیق	۸۲
	شریعت میں "اَمر" کا اوّلین حکم وجوب ہے۔	۸۳
۴۰	"اَمر" کا حکم جمہور ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک وجوب ہے	۸۴
	"اَمرِ شرعی" کی مخالفت حرام ہے۔	۸۵

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۴۱	مٹھی بھر داڑھی رکھنا عملاً فرضِ عین ہے۔	۸۷
۴۲	داڑھی منڈانے اور کتروانے کا حکم چاروں مذاہب میں	۹۱
۴۳	داڑھی منڈانا امام شافعیؒ کے مذہب میں	۹۶
۴۴	داڑھی منڈانے کا حکم امام مالکؒ کے مذہب میں	"
۴۵	داڑھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں	۹۷
۴۶	داڑھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دو سزائیں۔	۹۸
۴۷	حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر (یک مشت) داڑھی تواتر سے ثابت ہے۔	۱۰۰
۴۸	داڑھی کے متعلق صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا عملی اجماع	۱۰۱
۴۹	رسولِ خدا کی مخالفت اور صحابہؓ کی راہ سے منہ پھیرنے کا نتیجہ۔	۱۰۳
۵۰	داڑھی منڈانے کی گناہ کا ایک تباہ کن پہلو۔	۱۰۵

(c) ketabton.com: The Digital Library

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۵۱	چند شبہات اور اِن کے جوابات۔	۱۰۷
۵۲	سوال حضور علیہ السلام نے داڑھی بطور عادت رکھی تھی	″
۵۳	سوال۔ داڑھی رکھنا سنت ہے۔ واجب نہیں ہے۔	۱۱۵
۵۴	سنّت کا مفہوم اور مطلب۔	۱۱۶
۵۵	دین اسلام کے احکامات میں درجہ بندی۔	۱۲۰
۵۶	سوال: دو انگلیوں کے سرے میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے۔	۱۲۲
۵۷	سوال۔ داڑھی منڈاتے اور کترواتے پر آج اُمّت کا عملی اجماع اور تعامل ہے۔	۱۲۴
۵۸	ایک اضافی فائدہ۔	۱۲۷
۵۹	ضمیمہ: مسئلہ خضاب میں مسلک اعتدال۔	۱۲۸
۶۰	ایک استفتاء	″
۶۱	خضاب سیاہ کی پہلی صورت جو بالاجماع جائز ہے۔	۱۲۹

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۶۲	خضاب سیاہ کی دوسری صورت جو بالاتفاق ناجائز ہے۔	۱۲۹
۶۳	خضاب سیاہ کی تیسری صورت جس میں صحابہ کرامؓ، ائمہ اور فقہاء کا اختلاف ہے۔	″
۶۴	سیاہ خضاب کو ناجائز کہنے والے فقہاء کے دلائل۔	۱۳۳
۶۵	سیاہ خضاب کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل۔	″
۶۶	حضرت حسینؓ خالص سیاہ وسمہ لگایا کرتے تھے۔	۱۳۷
۶۷	امام ابن شہاب زہری کا عملی فتویٰ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۳۸
۶۸	زینت اور زیبائش میں اصل اباحت ہے۔	۱۴۰
۶۹	فریقین کے دلائل میں تطبیق۔	۱۴۲
۷۰	سیاہ خضاب کو ناجائز کہنے والوں نے صحابہ کرام کے سیاہ خضاب کی جو تاویل کیے۔	″
۷۱	پہلی توجیہ یا جواب۔	″
۷۲	دوسری توجیہ یا جواب۔	″

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۷۳	تیسری توجیہہ، یا جواب	۱۴۳
۷۴	چوتھی توجیہہ، یا جواب	۱۴۴
۷۵	نا جائز کہنے والوں کے جوابات کا ایک منصفانہ تجزیہ	〃
۷۶	جواب اوّل پر ایک نظر	〃
۷۷	دوسری توجیہہ کہ صحابۂ کرام کو سیاہ خضاب کی ممانعت کا علم نہ تھا، کتنی نا معقول ہے۔	۱۴۵
۷۸	تیسری توجیہہ بے وزن اور بے محل ہے۔	۱۴۷
۷۹	چوتھی توجیہہ بھی صحیح نہیں ہے۔	۱۴۹
۸۰	سیاہ خضاب کو جائز کہنے والوں کی توجیہات اور جوابات از ابن حجرؒ۔	〃
۸۱	ابنِ شہاب جیسے عظیم تابعی، امام محدثین کی تطبیق	۱۵۰
۸۲	علامہ ابن ابی عاصم کا استنباط	۱۵۴
۸۲	ایک علمی نکتہ	۱۵۵

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۸۴	علامہ ابن قیم الجوزیؒ کے جوابات	۱۵۷
۸۵	ایک وہم اور اِس کا ازالہ	۱۵۹
۸۶	ایک باریک نکتہ۔	۱۶۰
۸۷	مقام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین	۱۶۱
۸۸	صحابۂ کرام ہدایت کی روشن تارین ہیں	۱۶۲
۸۹	فائدہ	۱۶۳
۹۰	خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کی پیروی کا حکم	۱۶۵
۹۱	صاحب مبسوط علامہ سرخسیؒ کا فتویٰ	۱۶۷
۹۲	مذہبِ احناف میں علامہ سرخسیؒ کا مقام	〃
۹۳	سنیہ کے جواب کا خلاصہ۔	〃

(c) ketabton.com: The Digital Library

پیش لفظ

یہاں والنامیں بعض احباب علماء کرام حضور علیہ السّلام کی صورت کی خلاف ورزی کرنے یعنی داڑھی منڈانے یا کترواکر خشخشی داڑھی بنانے کے بارے میں سخت گیر اور جلالی مزاج کے واقع ہوئے ہیں، چونکہ عموماً قبائل کے لوگ دیندار ہیں اس لیے اگرچہ نوجوان طبقہ عملاً داڑھی منڈاتے یا کترواتے ہیں۔ تاہم اس عمل کو وہ ناجائز سمجھتے ہیں البتہ تعلیم یافتہ طبقہ میں گنتی کے چند لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ داڑھی منڈانا تو حرام سمجھتے ہیں مگر کترواکر چھوٹی خشخشی داڑھی کو وہ شرعی اور مسنون داڑھی تصور کرتے ہیں۔ اس کیفیت اور عام مسلمانوں کے عمل کے پیشِ نظر مذکورہ احباب علماء کرام نے مجھ پر بار بار اصرار کیا کہ آپ اس اہم مسئلے پر دلنشین انداز میں کچھ لکھیں۔

ایک اللہ والے کا اصرار :- ایک افغان نژاد فقیر جو بظاہر بالکل متشرع انسان ہے گذشتہ تیس سال کے عرصے سے کسی خواب کے اساس پر جو انہوں نے دیکھا تھا جس کی بالکل ظاہر تعبیر یہ تھی کہ میں شہر مکہ

مکرمہ میں اس کی راہنمائی کرتا ہوں" اس بنا پر وہ میرے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور مجھے رازدار بنایا ہے، اس واسطے کہ ان کو کشف اور الہامات کی جو کیفیات پیش آتے ہیں چونکہ وہ عالم دین نہیں ہے۔ اس لیے سال میں ایک دفعہ افغانستان سے آکر میرے ہاں ٹھہرتا ہے ان کے کشف کے ایسے عجیب حالات ہیں وہ جو کہ میرے علم و دانست کے مطابق سو فیصد صادق سچے اور حقانی ہیں" کہ لکھنے سے پوری کتاب بن جائے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حالتِ بیداری میں بار بار زیارت اور مشاہدہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور حلیہ شریف کے دقیق ترین خد و خال کا مجھ سے مستند احادیث کی رو سے تصدیق چاہنا وغیرہ عجیب و غریب شان کا فقیر ہے۔

تقریباً دو سال پہلے میرے پاس تشریف لایا مختلف واردات کے مذاکرہ کے بعد بہت درد اور دکھ کے ساتھ جو بات مجھے نہ صرف بتائی بلکہ میرے ذمے ڈالی وہ یہ تھی کہ "میں نے حضور علیہ السّلام کو کئی مجلسوں میں دیکھا ہے۔ آپ کو داڑھی منڈانے والوں سے سخت کوفت اور ملال ہے"۔۔۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فقیر صاحب: نے مجھ پر تاکید کی کہ آپ عوام کو تاکید سے یہ پیغام پہنچا دیں کہ اِس عمل سے اجتناب کریں۔

داڑھی کا خضاب:۔

داڑھی کے خضابِ اسود یعنی سیاہ خضاب کے مسئلے پر بھی یہاں کے علماء میں افراط و تفریط کے سے متضاد فتویٰ سننے میں آتے ہیں۔ اِن دو عوامل کے باعث طویل کشاکش کے بعد آج بروز جمعۃ بمطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء میں نے ارادہ کیا کہ باوجود کم علمی و بے مائیگی کے اِس مسئلہ پہ کچھ لکھوں اور قلم اٹھا کر ان چند سطروں سے ابتداء کی واللہ الموفق لما یحب و یرضیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد۔ چونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ ایسا کوئی قول و عمل کا ارتکاب کر رہا ہو جو اس کے دین اور مذہب سے متصادم ہو یا ملکی قوانین کے برخلاف ہو اور یا قومی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہو تو بھی وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے یا کم از کم اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے مختلف حیلے بہانے اور عذر و اعتذار کا سہارا لیتا ہے اگرچہ اس کا بے لوث اور سلیم ضمیر اسے دل ہی دل میں ایسا کرنے پر ملامت بھی کرتا ہو۔

قولہ تعالیٰ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۝ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۝ (پ ۲۹، سورۃ القیامۃ، آیۃ ۱۴)

بلکہ انسان کی ضمیر اپنی بے راہروی پر خود گواہ ہے اگرچہ وہ کتنے عذر و اعذار پیش کرے (پ ۲۹ سورۃ القیامۃ آیۃ ۱۴)

کسی بھی کلمہ گو کے لیے اِس بات میں سرِمو شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذاتی قول و عمل اور آپ کے بعد صحابۂ کرام اور تابعین

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا داڑھی کو ایک قبضہ (یکمشت) سے کم نہ رکھنے پر یک زبان اور قطعی اجماع ہے۔ یہ دو ایسے قطعی دلائل ہیں جن سے نہ تو کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان میں ذرہ بھر سقم اور ضعف کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس شاہراہِ ہدایت پر بہت کم لوگ گامزن ہیں۔ حالانکہ ہر زمانہ میں اگر دعا ہے تو یہی ہے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہ	چلا ہمیں راہِ راست پر ان لوگوں کی راہ
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ	پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ وہ
اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ	لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے وہ
النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ	نبی اور صدیق اور شہید اور صالح
وَالصّٰلِحِیْنَ (پ۵ النساء آیت ۶۹)	لوگ ہیں (پ۵، النساء آیت ۶۹)

اس آیت کریمہ کا اولین مصداق ہمارے حضور علیہ السلام خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ افسوس کہ مسلمان جن انعام یافتہ انسانوں کی راہ پر چلانے کی درخواست بارگاہِ الٰہی میں ہر نماز کے اندر پیش کرتا ہے لیکن جس امر میں اِن انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہر خاص و عام کو روز روشن

کی طرح عیاں ہے یعنی یہ کہ اِن انعام یافتہ لوگوں نے زندگی بھر داڑھی کو یکمشت سے ہرگز کم نہیں کیا ہے، مگر نہ صرف یہ کہ مسلمان اِس راہ پر چلتا نہیں بلکہ نہ چلنے کے جواز کے لیے دلائل مہیا کرنے کے لیے بھی کوشاں ہے۔

ے مپندار سعدی کہ راہِ صفا   تواں یافت جز پیروے مصطفیٰ

میری کوشش ہوگی کہ آئندہ صفحات میں داڑھی کی اہمیت پر حسب ذیل مختلف زاویہ نگاہ سے کچھ معروضات ناظرین کے تحفہ نظر کروں۔

ع شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

(۱) فطرت کا اصولِ حسن :- اور داڑھی
(۲) فطرت کا اصولِ صحت :- اور داڑھی
(۳) فطرت کا اصول بقائے قومیت : اور داڑھی
(۴) فطرت کا اصول شریعت : اور داڑھی
(۵) چند شبہات : اور ان کی جوابات
(۶) خضاب کے مسئلے میں : راہِ اعتدال

اگلے صفحات میں اِن قائم کردہ عنوانات کی روشنی میں میری کوشش کہ ہوگی کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اخلاقی جذباتیت اور عصبیت سے خالی الذہن ہو کر حقائق کو ناظرین کے سامنے رکھ دوں تاکہ وہ خود اپنے لئے راہِ راست متعین کر سکیں، جہاں نوکِ قلم سے حق بات نکلی وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ہو گی اور جہاں لغزش ہوئی وہ میری کم علمی اور سوءِ فہم ہو گی، ناظرین سے امید اصلاح ہو گی تاکہ اپنی غلطی کی تدارک کر سکوں۔

وما توفیقی اِلّا باللہ۔

فطرت کا حُسنِ عالمگیر

فطرت نے چونکہ حسن و زیبائش سے صرف حضرت انسان کو نہیں نوازا بلکہ پوری کائنات کی تخلیق کو دیکھئے فطرت صرف بناتی نہیں بلکہ اِس طرح بناتی ہے کہ ہر ایجاد اور بناؤ میں حسن و زیبائی کا جلوہ اور ظہور ہو، اِس طرح فطرت کے اَن گنت انعامات میں ایک بڑی رحمت اور فیضان اِس کا عالمگیر حسن و جمال ہے۔

اِس جہانِ رنگ و بو کو اجتماعی صورت میں دیکھو یا اِس کے ہر فرد اور جزء کی انفرادی شکل و صورت پر نظر ڈالو، اِس کا کوئی چہرہ نہیں جس پر حسن اور دلبری نے ایک نقاب دلربائی نہ ڈالی ہو، ستاروں کا نظام اور اِن کی آنکھ مچولیاں، سورج کی شعاعیں اور اِس کی رنگ برنگی، چاند کی گردش اور اِس کی جلوہ نمائیاں، آسمانی

فضاؤں کی وسعت اور اِس کی نیلگونیاں برسات کی کالی گھٹائیں، گن گرج، رعد و برق اور روح پرور ہوائیں اور موتی جیسے قطرے، سمندر کی موجیں اور دریاؤں کی روانی، سر بفلک پہاڑوں کی جلال اور نشیبی میدانوں اور آبشاروں کا جمال، حیوانات کے رنگا رنگ اجسام اور اشکال، نباتات کی رعنائیاں اور باغات کی گل گونی و گل رنگی پھولوں کی مہک اور پرندوں کی چہک، صبح کا رُخِ خنداں اور شب کی زلف پریشان گویا کہ کائناتِ مادی کا اصل خمیر ہی حسن و زیبائی ہے تاہم عام انسانوں کو اِن کے حسن و جمال کا قدر و قیمت اِس لیے نہیں کہ مفت اور عام ہے

کائنات کے اشیاء اور مناظر کا اختلاف

فطرت نے انسانی طبیعت کچھ اِس طرح بنائی ہے کہ ہر نیا پن اور تبدیلی سے اِس میں خوش گواری، نیا جذبہ اور نیا شوق پیدا ہوتا ہے یکسانیت اور یکرنگی سے انسانی طبیعت اکتاتی ہے۔ فطرت کی فیاضی اور بخشش دیکھئے کہ انسانی فطرت کے اِس طبعی افتاد کے بہلانے کی خاطر اِس جہان آب و گل کے ہر جنس دوسرے سے مختلف ہر نوع کی خاصیت الگ اور ہر صنف کا خاصہ جدا نقاش فطرت نے اِس کارخانۂ ہستی کو ایک ایسا نگارخانہ بنایا ہے کہ جہاں ہر جسم کا وضع قطع

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرے سے الگ شکل وصورت میں تنوع رنگ وبو میں جدت اور ذائقہ میں تبدیلی یہاں تک کہ باریک ایٹم اوران کے الیکٹران، پروٹان تک میں اختلاف ہے آواز کے نغموں کی حسن تاثیر کی سحر انگیزی مختلف آنکھوں کی جادوگری الگ الگ ہے یہاں تک کہ انسانِ اوّل سے لیکر انسانِ آخر تک دو انسانوں کے انگلیوں بلکہ پورے جسم پر پرکار قدرت کی نقش گری ایک جیسی نہیں. علامہ سعدی اِس طولانی اور نہ ختم ہونے والی داستان تنوع، رنگ رنگی اور اختلاف کو دو شعروں میں سمیٹ کر ختم کرتا ہے

روضۂ ماءِ نہرِھا سلسال   دوحۂ سجعِ طیرِھا موزون

آں پر از لالہ ہائے رنگارنگ   ویں پر از میوہ ہائے گوناگوں

فطرت کا قانونِ زوجیت

کائینات ہستی کے اختلاف کے حُسن کو نکھارنے اور سونے پر سہاگہ کرنے کے لیے فطرت نے کائینات کی ہر چیز میں قانونِ زوجیت یعنی جوڑ جوڑا اور مذکر مؤنث کو اِس شدت سے نافذ کر دی ہے کہ کائینات کا گوشہ گوشہ اِس قانون میں جکڑا ہوا ہے کوئی چیز ایسی نہیں کہ اِس کے لیے جوڑیدار اور

جفت وزوج نہ ہو اِس جہانِ کن فکان میں یکتائی اور طاق آپ کو کہیں نہیں ملے گا ہر چیز میں زوجیت، جفت اور دوئی ہی کی حقیقت عیاں اور کارفرما ہے۔ رات کے لیے دِن ہے، صبح کے لیے شام ہے، آسمان کے لیے زمین، سورج کے لیے چاند، غم کے لیے خوشی، جوانی کے لیے بڑھاپا، نر کے لیے مادہ مرد کے لیے عورت۔

گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"

میرے ذاتی پیجارو جیپ کے ہارن میں کچھ ایسی خرابی واقع ہوئی تھی کہ اِس کی آواز گلوگیر اور کرخت تھی حالانکہ وہ کمپنی کا لگایا ہوا تھا۔ پشاور میں یامہا کمپنی کے ماہر مستری کے پاس ہم گاڑی لے گئے اور یہ شکایت اِن کو بتا دی جب اِس نے چیک کیا تو اِس نے کہا کہ اِس کا اپنا ہارن تو ایسا ہی رہے گا البتہ اگر کسی اور گاڑی کا لگانا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔ میں نے اِن سے کہا جناب یہ کیوں ٹھیک نہیں ہو سکتا تب اِس نے بتایا کہ اِس ہارن میں نر اور مادہ ڈبل آوازیں یکجا ہوتی ہے آپ کی گاڑی کے ہارن کی مادہ حصے نے چل کر کام چھوڑ دی ہے اِس لیے آواز میں حسن اور سُریلاپن نہیں بلکہ کرخت پن ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ سُن کر میرے ذہن میں قرآنی آیت گونج اُٹھی ۔

ومن کل شیءٍ خلقنا زوجین ۰

اور ہر چیز میں سے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں مذکر اور مؤنث

اِن متقابل جوڑوں کے جسموں، صورتوں شکلوں میں ظاہری اور معنوی اختلاف کے ساتھ ساتھ اِن کی تاثیر اور تأثر فعل و انفعال اور تقاضوں اور امتیازات میں مکمل بیگانگی اور علیحدگی کے ہوتے ہوئے فطرت نے اِن کے آپس میں اِس حد تک ہم آہنگی پیدا کی ہے کہ ہر ایک ہی دوسرے کے جملہ تقاضوں اور سوالات کا بھرپور مثبت جوابات ہیں اِس لیے ہر ایک کو دوسرے کی طلب اور جستجو ہے کیونکہ کوئی ایک بھی دوسرے کی رفاقت کے بغیر یا تو اپنی کارکردگی اور کمالات کا مظاہرہ نہیں کر سکتا اور یا اپنی بقا کا تحفظ نہیں کر سکتا، کیونکہ بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ اِس کی پہچان نام ونشان، اِس کے متقابل جوڑی والے کے وجود اور ہستی کی مرہونِ منت ہوتا ہے ۔

نر اور مادہ کا اختلاف اور امتیاز

فطرت نے نہ صرف مرد اور عورت میں بلکہ جملہ حیوانات کے نر اور مادہ

میں ایسا واضح اور بھرپور اختلاف اور امتیاز رکھا ہے کہ بغیر اِس کے کہ جنس اور نوع میں وحدت ہے اور کسی گوشہ میں یگانگت نہیں ہے ۔ مثلاً جسم اور باڈی کو لیجیے، نر کے جسم کی مجموعی ڈھانچہ بہ نسبت مادہ کے دیوہیکل بھاری بھرکم، اِس میں رُعب وجلال، ہیبت اور جارحیت، سختی اور خشونت، قوت اور مضبوطی جیسے اوصاف کی خدوخال نمایاں ہوتے ہیں جبکہ مادہ کے جسم اور باڈی میں مذکورہ اوصاف کے برعکس خصوصیات بالکل واضح ہوتے ہیں نر کے جسم کی بہ نسبت مادہ کا جسم معتدل اور سڈول ہوتا ہے ۔ اِس میں الفت اور جمال، انس اور جاذبیت، لچک اور ملائمت، ضعف اور نرمی جیسے اوصاف بالکل نمایاں ہوتے ہیں یہی فرق اور امتیاز ہر ایک کے ایک ایک عضو اور اِس کی کارکردگی میں ویسے ہی نمایاں ہے، باطنی اور معنوی صفات، احساسات جذبات حتی کہ یہ بات آج کل سائنسدانوں نے مشاہدات اور تجربات سے ثابت کی ہے کہ نر اور مادہ کے دماغ کے بھیجے کی حجم اور وزن میں بھی فرق ہے ۔

فطرت نے حیوانات کے مقصد تخلیق کے لحاظ سے یعنی افزائش نسل

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے اعتبار سے نر اور مادہ کے میدانِ عمل میں فرق اور امتیاز کی واضح لکیر کھینچی ہے

مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات

مرد اور عورت کی مذکورہ امتیازی خصوصیات کو فطرت نے جس خصوصیت اور اہتمام سے نمودار اور واضح کی ہے شاید دوسرے حیوانات کے نر اور مادہ میں اِس امتیاز کی اتنی اہتمام نہ کی ہو۔ عنفوانِ شباب اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی نقاشِ فطرت لڑکے اور لڑکی کی نگارش اور سجاوٹ ایک دوسرے سے بالکل مختلف انداز میں شروع کر دیتا ہے۔ لڑکے کی چہرے کے گرد بہارِ جوانی کا لطیف اور حسین ایسا دلکش سبزہ پھوٹنے لگتا ہے جیسا کہ ہو چودھویں چاند کے گرد "ہالہ" جبکہ لڑکی کا شباب چہرے کے برعکس جسم کے دوسرے حصے میں کلیوں کی شکل میں جلوہ نمائی شروع کر لیتا ہے۔ شباب کے عروج کے ساتھ لڑکے کی چہرے کا سبزہ داڑھی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور لڑکی کی کلیاں نسوانی خصوصیات کا بھرپور مظاہرہ شروع کر لیتی ہیں۔ فطرت کی حکمت دیکھئے کہ جس حصہ جسم اور عضو کے ساتھ انسان کسی سے سامنا کرتا ہے اور جس کے دیکھنے کو ملاقات کا نام دیا جاتا ہے اِسی پر نقاشِ فطرت نے مرد اور عورت کی امتیازی نشان خلقۃً ثبت کر دی ہے۔ جس کے بعد دیکھنے والے کو اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا ہے کہ میں نے مرد دیکھا یا عورت۔

فطرت کی اصولِ حسن اور داڑھی

کائینات میں پھیلی ہوئی اِس عالمگیر حُسن کی پہچان اور تعریف کے لیے ایسا پیمانہ اور حد و تعریف وضع کرنا ہوگا جو کہ کائینات میں بکھری ہوئی جملہ حسینوں پر صادق آئے اِن کے لیے جامع ہو یعنی اِس کی دامن میں اتنی وسعت ہو کہ جملہ کائیناتی حسینوں پر حاوی ہو اور یہی تعریف اور پیمانہ حسن مانع بھی ہو یعنی اِس کے دائرہ کے اندر کوئی بھی غیر معیاری حسین کی داخلے کی گنجائش نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسا وسیع پیمانہ اور تعریف چند الفاظ میں سمو دینا آسان نہیں تاہم ناممکن بھی نہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے "ہر ایک چیز کی وجود کی موزونیت اور اعتدال کے ہوتے ہوتے اِس کی مقصد تخلیق کی افادیت اور خصوصیات کا بھرپور ظہور" اِس اصل پر پہاڑ کو پرکھ لیجیے کہ اقوامِ عالم کے لیے اِس کی جاذبیت، دلربائی اور اِس کی وصال یعنی سر کرنا، اِس پہاڑ کی بلندی اور دشوار گذاری کی مناسبت سے ہے۔ کیونکہ فطرت کے مذکورہ اصولِ حسن کی مطابق پہاڑ کی حُسن یہی تو ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

سرِ فلک اور دشوار گذار ہو۔ کائینات کی ہر چیز کی حسن، مذکورہ اصل اور قانون سے بلا تکلف عیاں اور بیان ہو سکتا۔

عورت کا حُسن

عورت کا حسن یہی تو ہے کہ اس کی زنانہ پن کی خصوصیات کا بھرپور ظہور ہو یعنی سڈول جسم کے ہوتے ہوئے اس کی سر پہ عنبریں زلف کی جال، کمان نما ابرو اور خنجرِ مژگان کے بالوں کے سوا باقی پورا بدن تختۂ سیمین اور بُت بلورین کی طرح بالوں سے مبرا ہو، زرق برق لباس میں ملبوس ہو۔ زیورات اور جواہرات سے ڈھکی ہوئی ہو، چہرے پر گل رنگی، لب پر سُرخی، آنکھوں میں کاجل اور بخوبی پر صفائی میک اپ مہارت سے کی گئی ہو۔ اور یہی ہے عورت پنے کی خصوصیات کا بھرپور مظاہرہ۔ آئیے چند لمحات کے لیے ایک ایسی حسین عورت کا دنیا کے تصور میں تماشہ کریں جس کے سر کے بال مرد کی طرح کانوں کے برابر کٹے ہوئے ہو یا بالکل صاف کیئے ہوئے ہو اور قبضہ بھر حسین داڑھی اور موزون مونچھیں، بھاری مردانہ آواز اور مردانہ لباس سر پہ مردانہ پگڑی یا ٹوپی ہو اور طبیعت میں مردانہ جلال کی نمود ہو، کیا عورت کے لیے ایسا ہونا حُسن و زیبائی ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں، نہ صرف

اس لیے کہ یہ حسن فطرت کے اصولِ حسن پر اَن فٹ ہے بلکہ ہر صاحبِ ذوقِ حقیقی مرد عورت کی ایسی صورت اور حلیہ کو مثلہ پن اور "مسخ" کی بدترین نمونہ قرار دے گا۔

مردِ کا حُسن

فطرت کی مذکورہ اصولِ حسن کی اساس پر مرد کا حسن یہی تو ہے کہ جسم کی موزونیت اور اعتدال کے ساتھ اس کی رجولیت اور مردانہ پن کی خصوصیات اور صفات کا بھرپور ظہور اور نمود ہو۔ کسی بھی مرد کا عورت کی مذکورہ اصلی صورت، شکل حلیہ اور لباس میں ڈھل جانا یعنی داڑھی اور مونچھیں صاف کرکے زنانہ چہرہ زنانہ ناز و ادا وغیرہ اپنانا، فطرت کی اصولِ حسن اور کسی بھی صاحبِ ذوقِ حقیقی عورت کے لیے ویسا مثلہ پن اور رجولیت کا مسخ ہونا ہوگا جیسے کہ مدمقابل کا مذکورہ فرضی صورت اگرچہ اِن مقابل صورتوں یعنی عورت کا مردانہ صورت بنانا یا مرد کا زنانہ شکل اپنانے سے طبیعتیں یکساں نفرت نہیں کرتیں اور نہ ہی دونوں شکلوں کے مثلہ پن اور مسخ صورت کو ایک ہی ترازو میں تولہ جا سکتا۔ مگر واضح رہے کہ یہ فرق اس لیے نہیں کہ فطرت کی اُصولِ حسن میں کوئی سقم ہے، یا صاحبِ ذوقِ سلیم

کی ذوق اور وجدان میں خلل ہے بلکہ اِس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مرد کا زنانہ شکل وصورت اور حلیہ بنانے سے ہماری آنکھیں اور طبیعتیں مانوس ہو چکی ہیں اس لیے کہ ہم جس ماحول میں رہتے ہیں اِس میں ہر طرف مردوں کی مذکورہ مثلین صورتوں کی بھرمار ہے اور مسخ شدہ عورت کی داڑھی وغیرہ مردانہ خصوصیات کی حامل صورت ایک فرضی صورت ہے جس کا خارج میں وجود نہیں جس سے ہم مانوس ہوتے ہوتے، اِس بنا پر ہمارے لیے وہ بہت زیادہ باعثِ نفرت ہے اور یہ کم ہال ہمارے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں دونوں مسخ شدہ شکلیں، بالکل ایک ہی طرح باعثِ نفرت ہیں جیسا کہ پیشِ لفظ میں ایک صاحب کشف فقیر کے کشف کا قصہ ذکر کر چکا ہوں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور فرشتوں کی نظروں میں آج بھی مذکورہ دونوں مسخ کردہ صورتیں یکساں منحوس اور مبغوض ہیں۔ اور عالمِ برزخ نیز قیامت کے دن جملہ انسانوں کی نظروں میں بھی مذکورہ دونوں مثلین اور مسخ کردہ صورتیں ایک جیسی باعثِ نفرت اور نحوست کی شکل میں نمودار ہوں گی۔

امریکہ میں ایک سروے

ماضی قریب میں امریکہ کے کالجوں یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں

پڑھنے والی لڑکیوں سے ایک گشتی سوالنامہ میں چند سوالات پوچھے گئے تھے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ شوہر کے بارے میں تمہارے جذبات کیا ہے، کیا اس کے چہرے پر داڑھی پسند کرتی ہو یا داڑھی منڈا چہرہ۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا تم شوہر کے حسن وجمال، مال اور دولت کو اولیت دیتی ہو یا اِس کی نیک شہرت اور عظمت کو اولیت دیتی ہو اِن سوالات کے جوابات کا رپورٹ پاکستانی اخبارات میں شائع ہوا تھا اگرچہ اخبار کا نام اور تاریخ اشاعت تیقن سے یاد نہیں مگر یہ بات مجھے یقین اور وثوق سے یاد ہے کہ لڑکیوں کی بھاری اکثریت نے شوہر کی چہرے پر داڑھی پسند کی تھی اور اس کی نیک شہرت اور عظمت کو اولیت دی تھیں۔ گویا کہ امریکہ جیسے جدت پسند معاشرہ میں اِس چودھویں صدی میں بھی صاحبِ ذوق لڑکیوں کی اکثریت نے "فطرت کی اصولِ حسن" کی قانون کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

دور نہ جائیے خود مشاہدہ فرمائیے

دو جوانوں کو فرض کر لیں ایک کے چہرے پر حسین اور جمیل مسنون داڑھی ہے اور موزوں مونچھیں ہیں اور دوسرے نوجوان نے اِن دونوں کو بیخ و بن سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کریدکر صاف کیاہے۔ اب فرض کیجیے کہ اِن دونوں نے اپنے چہرے کے بالوں سے الٹا معاملہ کیا۔ داڑھی والے نے اپنی داڑھی اور مونچھیں مونڈا کر صاف کرلئے اور دوسرے نے حسین داڑھی اور موزوں مونچھیں اپنے چہرے پر رکھ چھوڑی۔ اب آپ اِن دونوں چہروں کا اپنی آئینۂ تصور میں نظارہ کریں اور دیکھیں کہ کس چہرے پر وقار اور حسن کا اثر نمایاں ہے اور کس چہرے پر مسخرا پن سفلہ پن کی ذلت سوار ہے۔ یقیناً داڑھی منڈانے والا اپنے جانے پہچانے لوگوں میں چہرہ چھپا کر جائے گا اور دوسرا اپنے دوستوں کے سامنے فخریہ انداز میں اپنے داڑھی پر ہاتھ پھیرا کر اونچی آنکھوں سے گُھوم پھرے گا۔

پچھلے بحث کا خلاصہ

فطرت کا قانونِ حسن سچا اور اٹل ہے لہذا داڑھی مرد کے لیے فطرت کا عطا کیا ہوا عظیم تحفۂ حسن ہے، رجولیت اور مردانہ پن کے لیے وقار اور رعب وجلال ہے۔ اسے کترا کترا کر جتنی کمی کرتے جاؤگے اسی مناسبت سے اپنی رجولیت اور مردانہ پن کی وقار، رعب وجلال جیسے حسین صفات میں یقیناً کمی آئے گی ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

فطرت کی اصولِ صحت اور داڑھی

حکیم اور علیم ربِّ کائنات نہ صرف خلاق اور پیدا کرنے والا ہے بلکہ وہ رب اور پالنے والا بھی ہے۔ ربوبیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مخلوق کے لیے اِن کے بقاء تحفظ کے لیے اِن کے مقتضائے حال کے مطابق خود کار نظام کے تحت انتظام کرنا اور "حکیم" کامل وہی ہوتا ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی فعل اور تخلیق و ایجاد حکمت سے خالی نہیں اِس لیے کہ وہ حکیم ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے علم اور سمجھ کی کمی کے سبب ہمیں اِس کا علم نہ ہو۔ ایک چھوٹی سی مثال لیجیے۔

ایک حکایت! کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ نسل کا ایک قیمتی باز پالا تھا۔ اتفاقاً ایک دِن یہ باز شاہی محل سے اڑ کر کسی بوڑھی عورت کی جھونپڑی میں جا بیٹھا۔ بوڑھی عورت نے پکڑ کر جھونپڑی میں باندھ لیا، بوڑھی نے شفقت اور دلسوزی کا مظاہرہ کرکے باز کی مہمانی پانی دانہ سے شروع کی مگر باز دانے نہیں کھاتا۔ قصہ مختصر بوڑھی بھی پرندے کی بھوک سے پریشان ہوگئی۔ باز کے نکیلے پنجوں اور ٹیڑھے چونچ کو جب دیکھا تو یقین

(c) ketabton.com: The Digital Library

دِیا کہ انہیں کانٹوں اور چونچ کے ٹیڑھے پن سے بیچارہ نہیں کھا سکتا ہے چنانچہ تیز چاقو سے باز کے چونچ کا خمیدہ اور پنجوں کے کیل کانٹے صاف کر ڈالے، وہ اپنی سمجھ کے مطابق تو بہت اچھائی کر رہی تھی مگر اسے کیا خبر کہ باز کے حکیم اور علیم رب نے یہی کچھ تو باز کی بہبود اور زینت کے لیے عطا کیا ہے۔

انسانی جسم میں فطرت کا خودکار نظام

انسانی جسم جسے عالمِ صغیر بھی کہا جاتا ہے۔ اِس کے بقا اور تحفظ کے لیے قدرت نے اِس کے اندر جو آٹومیٹک نظام وضع کیا ہے۔ شاید پوری سائنسی مشینری میں اِس کا نظیر نہیں ہے۔ مثلاً انسانی جسم کے لیے حرارت اور برودت یعنی گرمی اور سردی کا معتدل ماحول درکار ہے گرمی اور سردی کی شدت انسان کے لیے ضرر رساں ہے جب جسم کا ٹمپریچر درجہ حرارت نقصان دہ حد تک بڑھ جائے تو اگر خارجی تدابیر سے اِسے کم کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو اندرونی خودکار نظام کے تحت جسم پانی خارج کرنے لگتا ہے جسے ہم پسینہ کہتے ہیں۔ اِس طرح گویا کہ جسم خود کو نہلاتا ہے۔ اِس بھیگی جسم پر جب

ہوا کی جھونکے لگتی ہیں تو جسم کو ٹھنڈک پہنچ جاتا ہے اور درجۂ حرارت خود بخود کم ہو جاتا ہے۔

اِس طرح شدید سردی کی وقت اندرونی خودکار نظام کے تحت اعضاً میں لرزش اور تھرتھرانا شروع ہوتا ہے اِس حرکت کے نتیجہ میں جسم کی حرارت بحال ہو جاتا ہے۔

انسانی جسم میں بعض اعضاء بہت نازک ہوتے ہیں جو کہ خارجی اثرات سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے چہرہ اور گردن۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سخت گرمیوں میں ہر ایک اپنے سر اور گردن کو تیز دھوپ اور گرم ہواؤں سے مختلف ذرائع سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

داڑھی صحت کی محافظ ہے

قدرت نے انسان کے سر اور گردن کو دھوپ اور سردی کی شدت سے محفوظ بنانے کے لیے سر پہ بالوں کا ایک حسین جنگل بنایا ہے اگر کوئی مرد اپنے بالوں کو سنت کے مطابق بڑھائے رکھیں جس کا آخری حد کندھوں تک بڑھانا ہے تو نہ صرف سر بلکہ گردن کا پچھلا حصّہ بھی کافی حد تک خود بخود تیز

(c) ketabton.com: The Digital Library

دھوپ گرم اور سرد ہوا کی ضرر رسانی سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح مسنون داڑھی گردن کے اگلے حصے کے لیے ایک فطرتی گلوبند، یا سائبان کا کام دیتا ہے۔ مگر جو لوگ نہ سر پہ گھنے اور مسنون بال چھوڑتے ہیں اور نہ داڑھی رکھتے ہیں انہیں قدرت کے اس خودکار نظام تحفظ کے بدلے گرمیوں میں سر اور گردن پہ سایہ کرنے کے لیے یا تو چھتری کا سہارا اور یا چھتری نما ٹوپی اور ہیٹ کا سہارا ضرور لینا پڑے گا۔ جس کا فائدہ پھر بھی ادھورہ ہے اس لیے کہ گرم ہوا کی ضرر کا احتمال پھر بھی موجود ہے اور سردی کی شدت سے بچنے کے لیے سر پہ گرم ٹوپی کے علاوہ گردن پر گرم کپڑا لپیٹنا پڑے گا جسے گلوبند کہا جاتا ہے۔

مسنون داڑھی اور مونچھیں جراثیم کیلئے مانع ہیں

آجکل یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ عموماً جہاں انسان سانس لیتا ہے۔ وہ ہوا جراثیم آلودہ ہوتی ہے جتنی بھی ہوا زمین سے قریب تر ہوتی ہے۔ اتنی ہی اس میں جراثیم کی بھرمار ہوتی ہے اور ان غبار آلود ہوا میں مختلف متعدی اور مہلک امراض کی جراثیم بھی شامل ہوتی ہیں اور زمین سے بلندی کی مناسبت

کی طرف فلٹر شدہ ہوا پہنچتی ہے۔ شریعت نے مونچھیں بڑھانے کی آخری حد یہ مقرر کی ہے کہ بالائی لب کی سُرخ کنارے سے نیچے منہ میں نہ لٹکے یعنی مُنہ کی چوڑائی کے برابر اس طرح بال کاٹ لیا کرے کہ بالائی لب کا سرخ کنارہ ظاہر ہو اس طرح شریعت نے منہ اور ناک میں جراثیم داخل ہونے سے دوطرفہ تحفظ کا انتظام کیا اگر مونچھوں کے بال بالائی لب کی سُرخ کنارہ سے بڑھ جاتے تو اندیشہ ہے کہ بالوں میں پھنسے ہوئے جراثیم کھانے پینے کے ساتھ منہ میں داخل ہو کر صحت کیلئے مضر ثابت ہو جائے اور مونچھوں کو منڈانے کی بجائے اس حد تک بڑھانے کی اجازت دینے سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ انسان کے چہرے کے بالمقابل ہوا اور سر سے بلند ہوا میں بھی جراثیم ہوتے ہیں ہوا اُن کا ناک میں داخل ہونے کے وقت یہ مسنون مونچھوں کی چھلنی سے بھی گذر جاتے تو قدرت نے ناک کے اندر بھی بالوں کا ایک جنگل بنا رکھا ہے۔ جس سے اندر جانے والی ہوا تیسری مرتبہ بھی چھلنی ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسانی پھیپھڑوں میں داخل ہونے والی ہوا تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر جاتی ہے۔ میں نے بعض فیش ایبل افسروں کو دیکھا ہے کہ ان کے ناک کے اندر بالوں کا ایک گنجان جال تھا جو سامنے بیٹھنے والے کو صاف دکھائی دیتا ان سے جراثیم کی تناسب بھی کم ہوتی جاتی ہے تو گویا کہ منہ اور ناک میں زمین کی طرف سے اٹھنے والی جراثیم آلود ہوا کیلئے مسنون داڑھی ایک قدرتی چھلنی اور فلٹر کا کام دیتی ہے۔ جس میں جراثیم اٹک کے منہ اور ناک کی طرف فلٹر

(c) ketabton.com: The Digital Library

بالوں کو ناک سے باہر آنے نہیں دیا تھا۔ شاید اِس لیے اِس صاحب نے ناک کے اندر اِس قدرتی فلٹر کا اتنا اہتمام کر رکھا تھا کہ اِس سے پہلے دو قدرتی فلٹروں کو یعنی مسنون مونچھوں اور مسنون داڑھی کو وہ ضائع کر چکا تھا۔

چہرے منہ اور ناک کو بار بار دھونا

چونکہ داڑھی، مونچھیں اور ناک کے اندر کے بال جراثیم کے پھنسنے کا فطرتی جال ہے جس کے طفیل سانس کے ذریعہ اندر جانے والا ہوا تو یقیناً جراثیم وغیرہ آلائشوں سے صاف و شفاف ہو جاتا مگر یہ تینوں چھلنیاں اور فلٹر تو بذاتِ خود جراثیم وغیرہ مضرِ صحت آلائشوں کا گویا ایک بھرپور خزانہ بن جاتا ہے اِس لیے شریعتِ اسلامی نے دِن میں پانچ مرتبہ نماز فرض کیا ہے اِس کی صحت کیلئے وضو شرطِ اوّل ہے اور ہر وضو میں چہرہ، منہ اور ناک دھونے کا حکم ہے اِس وضو کے بے شمار فوائد اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مذکورہ تینوں چھلنیاں اور فلٹر جو جراثیم وغیرہ سے بھر گئے تھے۔ اِن کی بار بار تطہیر اور صفائی ہوتی رہے تاکہ صحتِ جسمانی کے تحفظ کا فریضہ حسن وخوبی سے انجام دیتی رہیں۔

اب آپ خود انصاف کیجئے کہ اِن فطرتی محافظینِ صحت کو ضائع کرنے سے انسان

نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ بے شک عقلِ سلیم اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے۔

داڑھی منڈانے کی سائنسی مضرات

سائینسی تحقیقات کی رو سے یہ بات مسلّم ہے کہ انسان کے چہرے کی جلد کے بیرونی سطح پر فطرت نے باریک ترین اور نازک ترین خلیوں (سیلز) کا ایک گنجان جال بچھایا ہے۔ خلیوں کا یہ جال انسانی چہرے کو حسن و رونق اور دلربائی سے بھرپور قوت اور غذائیت بیرونی ماحولیات سے جذب کرکے پہنچاتی ہے نیز دونوں رخساروں پر شریانوں کی بچھی ہوئی جال کی وساطت سے مذکورہ خلیے (سیلز) آنکھوں کے لیے قوتِ بینائی اور دماغ کے لیے قوتِ دماغی ہیں یا تو مدد دیتی ہیں یا اِن قوتوں کے لیے اِن خلیات کی سلامتی، بیرونی مضرات سے تحفظ کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ انسان کے اندرونی تغیرات، احساسات اور جذبات سے یا بیرونی تغیرات واقعات اور حالات سے انسانی جسم کے اعضاء میں سے جو عضو زود تر، زیادہ اور نمایاں تر، اثر قبول کرکے اِس کو زبانِ حال سے بیان کرتا ہے وہ انسانی چہرہ ہی ہے۔ چہرہ گویا پیش آمدہ تغیرات کے لیے ٹی وی کا پردہ ہے اور پیش

نے والے حالات کے لیے راڈار ہے۔ یہ سب کچھ سبقت جو چہرہ کو حاصل ہے اِس کی ظاہری سبب چہرے کی مذکورہ خلیات کا کرشمہ ہے۔ اِس سے آپ کو کم از کم یہ اندازہ تو ہوا کہ چہرے کی خلیات (سیلز) اثر پذیری کے لحاظ سے انتہائی حساس واقع ہوئے ہیں اِن کی نزاکت کی یہ عالم ہے کہ چہرے پہ ہاتھ پھیرانے اور چہرے پہ ہاتھ ملنے سے بھی اِن کے کئی ایک ضائع اور بے کار ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پہ اُسترا پھیرانا چہرے کی فطرتی رونق ضائع کرتا ہے

جب چہرے کی مذکورہ نازک ترین اور حساس خلیات پر بار بار اُسترا چلایا جاتا ہے تو چہرہ کو فطرتی حسن اور تازگی پہنچانے والے خلیات کا بیشتر حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا ہے اب خواہ کوئی اِس حسنِ رفتہ کے لیے چہرے پر مصنوعی حسن لانے کے لیے کتنے پوڈر اور کریم بھی ملیں لیکن یہ حسن اور تازگی مصنوعی ہی ہوگی۔

چہرے کے خلیات کی ضیاع کا انجام بالکل ہی ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے کسی مالیار اور باغبان درختوں کے شاخوں کے پتے پر تیز دھاری آلہ چلاتا پھریں چونکہ باغبان کا ذوقِ حسن فاسد ہو چکا ہے۔ وہ اِس لیے ایسا کرتا ہے

تاکہ درخت کے نازک شاخ، پھول اور پھل بے پردہ ہو کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں اِن کے حسن بے حجاب سے لطف اندوز ہو اور جوں ہی شاخوں پر دوبارہ پتیاں نمودار ہوتی ہیں تو باغبان پھر اِسی خوف کے پیشِ نظر کہ درخت کے پھول پھل اور نازک شاخوں کی حسن پتیوں سے محجوب ہو جائے گی لہٰذا پتیوں کا سر قلم کرنے لگتا ہے۔

کیا باغبان کے اِس عمل کے ہوتے ہوئے درخت کے شاخوں، پھولوں اور پھلوں میں خدا داد حُسن، لذت، صحت اور تازگی کی بقا کی امید کی جا سکتی ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہی مثال سمجھو چہرے کی خلیوں کا ضائع کرنا اور چہرے کی خداداد رونق کی امید باندھنے کا۔

چہرے پر اُسترا چلانا گویا کہ مہلک جراثیم کیلئے جسم کا بند دروازہ کھولنا ہے

مشاہدہ سے ثابت ہے کہ داڑھی پر خواہ کتنی احتیاط سے اُسترا پھیرا جائے تو بھی چہرے کی نشیب و فراز میں ضرور کہیں چہرہ زخمی ہو کر خون رس کر نمودار ہوتا ہے، پس جراثیم کے داخلہ کے لیے جسم کے کسی حصے میں اتنی چھید اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

گا۔ جب "ایڈز" کی وائرس اپنی پرورش مکمل کرلیتا ہے۔ تب وہ مختلف موذی، امراض کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ ہے "ایڈز" کی وائرس کی مدت پرورش یہ، مدت ۲ اور ۴ سال سے لے کر ۱۲ سال تک ہو سکتا ہے یعنی جس دن یہ وائرس جسم میں داخل ہوا ضروری نہیں کہ فوراً کسی بیماری کا مظاہرہ کرے بلکہ ممکن ہے کہ ۱۲ سال کے بعد مہلک بیماری کا مظاہرہ کرے۔

البتہ جس دن سے کسی انسان کے جسم میں یہ وائرس پہنچا اسی دن کے بعد اس مدت پرورش میں بھی ایڈز کا وائرس کسی دوسرے انسان تک متعدی ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ "ایڈز" کی وائرس نے ایک وبائی شکل اختیار کی ہے کیونکہ "ایڈز" کی وائرس سے متاثر شدہ انسان اپنے آپ کو خود بھی سو فیصد صحت مند سمجھتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسے صحت مند سمجھتے ہیں اس لیے نہ وہ خود پرہیز کرتا ہے اور نہ دوسرے لوگ اس سے اجتناب کرتے ہیں۔

ایڈز نامی بیماری کسی صحت مند انسان کو کن ذرائع سے لگتی ہے۔!

ایڈز بیماری لگنے اور پھیلنے کے ذرائع حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ مرد اور عورت میں سے جب کسی ایک کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس پہنچ چکا ہو اور دوسرا خواہ بالکل صحت مند ہو یعنی اس کا جسم اس موذی وائرس سے پاک اور محفوظ ہو، یہ دو انسان جب آپس میں ہم بستری یعنی جماع یا زنا کرلے تو صحت مند فریق کے جسم میں بھی "ایڈز" کا وائرس پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ مرد کا مرد سے بدفعلی لواطت سے "ایڈز" لگ جاتا ہے۔

۳۔ ایڈز وائرس جس کا انسان کے جسم میں پہنچا ہو۔ اس انسان کا خون جب کسی صحت مند انسان کے خون سے مکس ہو جائے اور لگ جائے اس سے صحت مند انسان کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس داخل ہوتا ہے۔ خواہ خون کا یہ ملاوٹ اور اتصال زیادہ ہو یا ذرہ بھر اس کا فرق نہیں مثلاً (الف) ہسپتال میں ڈاکٹر نے کسی مریض کو ایسے شخص کا خون دیا جو بظاہر صحت مند تھا مگر اس کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس موجود تھا۔

(ب)۔ کسی ڈاکٹر وغیرہ نے کسی ایسے انسان کو انجکشن لگایا جس کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس موجود تھا اور پھر ڈاکٹر نے نہ تو سوئی (نیڈل) تبدیل کیا اور نہ ہی اس کو سٹرلائز کیا یعنی اُبلتے ہوئے پانی میں پانچ منٹ تک نہیں اُبالا، بلکہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرے صحت مند انسان کو انجکشن کرنے میں وہی سوئی (نیڈل) استعمال کی۔ یا کسی تیز دھار آلے سے کسی "ایڈز زدہ بچے" کا ختنہ کیا یا لڑکی کا ناک یا کان میں سوراخ کیا یا اور کہیں اس کا جسم زخمی کیا اور پھر بغیر سٹرلائیز کئے اسی آلہ سے دوسرے لڑکے کا ختنہ کیا، یا لڑکی کا کان یا ناک میں سوراخ کیا یا کہیں اور جگہ جسم میں زخم کیا تو اس طرح بھی اس دوسرے صحت مند مریض، لڑکے اور لڑکی کے جسم میں "ایڈز" کی بیماری پہنچ سکتی ہے۔

(ج)۔ جب کوئی حجام کسی ایسے مرد کا شیو اور حجامت کرے یعنی داڑھی منڈائے جس کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس موجود ہو اور شیو کرنے کے اس "ایڈز" زدہ انسان کے چہرے میں کہیں سر یا مو زخم ہو گیا ہو جس کے خون پر بلیڈ گذر گیا ہو۔ چونکہ اس مریض کا وہ خون جس میں ایڈز کا وائرس ہے بلیڈ کے ساتھ لگا اور اس مشین کے کنارے کے ساتھ بھی یہ خون لگا، جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے۔ اب اگر حجام نے اسی بلیڈ اور مشین کے ساتھ کسی دوسرے تندرست انسان کا شیو اور حجامت شروع کی اور اسی دوران اس کے چہرے پر سر یا مو کے مقدار بھی زخم ہوا تو اس شخص کے جسم کے اندر بلیڈ اور مشین کے کنارے چمٹے ہوتے ایڈز کی وائرس

اسی زخم کی راہ سے داخل ہو جائیں گے اور یہ شخص بھی ایڈز کا شکار ہو جائے گا۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر حجام ہر شیو کے لیے نیا بلیڈ استعمال کرے تو ایڈز کے وائرس سے حفاظت ہو جائے گی مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ جب تک حجام بلیڈ معہ اس آلہ جس میں بلیڈ رکھا جاتا ہے ان دونوں کو تبدیل نہ کرے یا سٹرلائز نہ کرے تب تک "ایڈز" کا خطرہ بدستور موجود ہے اس لئے کہ مریض کا خون جس طرح بلیڈ کو لگا ہے۔ اسی طرح اس آلہ کو بھی خون ضرور لگا ہے جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے اور "ایڈز" پھیلانے اور تندرست انسانوں تک پہنچانے کا بہت تشویش ناک ذریعہ ان حجاموں سے دن بھر لوگوں کا شیو کرنا ہے اور عموماً شیو کرنے میں ضرور کہیں تھوڑا بہت زخم ہو ہی جاتا ہے۔ ایڈز کی ہلاکت خیزیاں صرف اسی فرد تک محدود نہیں جسے ایڈز لگ جاتا ہے۔ بلکہ اس کی بیوی کو یہ مرض لگ جاتا ہے اس کے بعد اس عورت سے جتنے بچے پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان کو "ایڈز" بیماری مادر زاد طور پر لگ چکی ہوتی ہے۔

ایڈز جن ذرائع سے نہیں پھیلتا۔

"ایڈز" کے مریض کو اگر مچھر کاٹے یا پسو وغیرہ اور پھر یہی مچھر یا پسو وغیرہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور پھر یہی مچھر، پسو وغیرہ جب تندرست آدمی کو کاٹے تو اس سے اِس تندرست آدمی کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس داخل نہیں ہوتا ہے۔ نیز "ایڈز" کے مریض کی سانس، تھوک، پسینہ، بول و براز سے یا اس کے برتن میں کھانے پینے یا اس کے بستر میں سونے یا ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے، مصافحہ یا معانقہ کرنے سے تندرست انسانوں کو ایڈز کا مرض نہیں لگتا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

"ایڈز" کا علاج نہ تو حالاً ممکن ہے اور نہ آئندہ امید ہے

"ایڈز" کا مرض چونکہ لواطت اور زنا جیسے بھیانک بے حیائی اور فحشا کے پاداش میں ایک قہرِ الٰہی ہے جس نے انسانوں کو اُسی فن میں چیلنج کیا جس میں ماہرین فن کو ناز تھا یعنی علاج معالجہ کا فن یا سائنسی ترقی کا دور مگر جلد ہی انسانوں کو اپنی بے بسی اور بے علمی کا اقرار کرنا پڑا۔

سائنسی ماہرین نے "ایڈز" کی علاج سے دائمی بے بسی کا اعلان کر دیا

پچھلے دنوں بی بی سی، ریڈیو نے اپنی سائنس کلب میں "ایڈز" کے موضوع

پر ایک امریکی سائنسدان کا انٹرویو شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سائنسدان اگر "ایڈز" کے وائرس کے خلاف کسی ٹیکے اور دوائی کے ایجاد میں بالفرض کامیاب بھی ہو جائے تو بھی یہ سعی لاحاصل ہوگی۔ اس لیے کہ "ایڈز" کی وائرس میں قدرت نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جسم کے مدافعتی نظام کو بڑی آسانی سے دھوکہ دے سکتی ہے۔ اس طرح گویا کہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے دوائیوں کے حملے کی وار بھی بڑی مہارت سے خطا کر سکتی ہے۔ امریکی ماہر نے بتایا کہ "ایڈز" کی وائرس بار بار اپنی شکل بدل سکتی ہے۔ اگر ان کی ایک شکل پہ دوائی اثر انداز ہو کر دفاعی نظام انہیں دیکھنا چاہے تو وہ ایسی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کو دفاعی فوج پہچاننے میں ناکام ہوتی ہے۔ لہٰذا "ایڈز" کے خلاف کوئی تدبیر کارگر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

نوٹ :۔ امریکی ماہر کے انٹرویو کے الفاظ سائنسی اور اصطلاحی تھے میں نے سمجھانے کی غرض سے اپنے الفاظ میں اس کو پھیلا دیا ہاں اصل اور بنیادی مفہوم یہی تھا جو میں نے عرض کر دیا۔

حاصل بحث۔ مسنون داڑھی آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی صحت کا محافظ ہے اسے حجاموں کے اُستروں کے حوالہ کر کے آپ یقیناً نہ صرف اپنی

خودکشی کو دعوت دے رہے ہیں بلکہ اپنے نسل کو اپنے معصوم بچوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے درپے ہیں۔ "ایڈز" کے بارے میں تاہنوز سائنسدانوں کی تحقیقات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ مرض انسانیت میں تیزی سے پھیل رہی ہے کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہ مرض نہ پہنچی ہو۔ یہاں تک کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ قبائلی علاقے میں بھی آپہنچا ہے۔ شاید متحدہ امارات کے مسافرین کی وساطت سے ماہرین "ایڈز" کا کہنا ہے کہ "ایڈز" کی وائرس میں یہ استعداد ہے کہ اگر کنٹرول نہ ہوا تو ۲۵ سال کی مدت میں پوری نسلِ انسانی کو چاٹ کر ہڑپ کر سکتی ہے۔

"ایڈز" سے بچاؤ کا طریقہ

عالمِ اسباب کے تحت تو اس مرض سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسباب سے قطعی اجتناب کیا جائے جن سے بیماری پھیلتی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں یعنی شوہر زن پر اکتفا کرے اور زن شوہر پہ، بالفاظ دیگر دونوں عمر بھر زنا سے اجتناب کریں، نیز مرد کا مرد سے بدفعلی سے زندگی بھر اجتناب کرنا حجاموں سے شیو وغیرہ نہ کرلے اگر کرنا چاہے تو ایسے اوزار سے جو ایڈز کی وائرس

سے یقیناً محفوظ ہو وغیرہ۔

اور "ایڈز" سے مجموعی انسانوں کے بچاؤ کا حقیقی سبب، لواطت اور زنا سے انسانیت کا اجتماعی توبہ ہی ہے۔

قصہ مختصر حالاً تو ماہرین کا یہی تحقیقات ہے جو آپ نے سن لیئے نہ جانے آئندہ یہ مرض کیا شکل اختیار کرے گی اور سائینسدانوں کے تجربات اور تحقیقات کیا رُخ اختیار کرے گی۔

مسنون ڈاڑھی مردانہ قوت کیلئے محافظ ہے

واضح رہے کہ فطرت نے انسانی جسم کے اندر مختلف غدد (گلھٹیاں) رکھی ہے جو کہ جسمانی ضروریات کے پیشِ نظر وہ مختلف رطوبات خارج کرتی ہیں اور ہر ایک غدہ اپنی مخصوص رطوبت کے ذریعہ جسم کا ایک پورا نظام کنٹرول کرلیتی ہے۔ نیز قدرت نے ہر ایک غدہ میں اس مخصوص رطوبت کے اخراج کا ایک مخصوص اور محدود مقدار رکھ دی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا

اور ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر ہم اسے معین اندازہ پر نازل

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ (بخشش) کرتے ہیں۔

(پ۱۴ الحجر، ایت ۲۱) (پ۱۴ سورۃ الحجر، آیت ۲۱)

مثلاً ایک غدہ ہے جو کہ ایک مخصوص رطوبت خارج کرتی ہے۔ جسے (انسولین) کہا جاتا ہے جب کوئی شکر، حلوہ وغیرہ میٹھا چیز کھا لیتا ہے۔ تو مذکورہ غدہ انسولین خارج کر کے اِس میٹھی چیز کو ہضم کر کے اِسے خون میں شامل ہونے کا قابل بناتی، انسولین کے سوا میٹھی چیز کو معدہ ہضم نہیں کر سکتی ہے۔ جب کوئی انسان میٹھی چیزیں زیادہ مقدار میں بار بار کھاتا رہتا ہے تو آخر کار مذکورہ غدہ کا انسولین بنانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اِس کے بعد جب شکر خور کسی بھی میٹھی چیز کو کھا لیتا ہے تو بدن کے اندر اِسے ہضم ہو کر بدن کا جزو نہیں بن سکتا ہے بلکہ غیر ہضم شدہ چینی اور شکر جتنا کھا لیتا ہے۔ وہ سب شربت کی شکل میں پیشاب کے ساتھ بہہ نکلتا رہتا ہے اور اِس طرح انسانی بدن ایک اہم جز اور عنصر یعنی میٹھاس سے محروم ہو کر ضعف اور کمزوری کا شکار ہو جاتا جب تک کہ مصنوعی انسولین کی انجکشن تا زیست نہ لگاتا رہے۔ پیشاب میں شکر کی شربت خارج ہونے کو (شوگر) کی بیماری کہا جاتا ہے۔

خلاصہ انسولین کی رطوبت جسم میں اِس لیے ختم ہوا کہ شکر خور انسان نے انسولین کو مُسرفانہ انداز میں خرچ کیا اور یہی کیفیت ہے جسم کے جملہ محفوظ خزانوں کا کہ اگر اِسے بے اعتدالی سے خرچ کرتا رہے تو انسان اِسے قبل از وقت ختم کر بیٹھتا ہے، ایسا ہی اگر کسی جسمانی قوت کے خزانہ کو سر بمہر اور معطل چھوڑ دے اور اِس کو مطلوبہ مناسب مقدار میں بھی استعمال نہیں کرتا تو بھی انسان اِس قوت کو کھو بیٹھتا ہے۔

ٹسٹوسٹیرون رطوبت اور اِس کی کارکردگی (خصیوں کی رطوبت)

مرد کی جسم میں فطرت نے خصیوں کی غدد (گلٹیاں) پیدا کی ہیں۔ جس کی رطوبت کا مردانہ قوت اور مردانہ پن کی خصوصیات کو کنٹرول کرنے میں بہت اہم رول ہے یہاں تک کہ مرد کی داڑھی اور مونچھیں بھی اِسی رطوبت کا مرہونِ منت ہیں چونکہ عورت کے جسم میں یہ رطوبت نہیں ہے اِس لیے اِن کے چہرے پر نہ تو داڑھی اور نہ مونچھیں ہیں اور نہ مردانہ پن کی دیگر خصوصیات ہیں اور یہ بات بہت ہی قرین قیاس ہے کہ جو لوگ بار بار داڑھی منڈاتے ہیں اِن کے جسم کی مذکورہ رطوبت (TESTO-STERONE) ٹسٹوسٹیرون کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

اعتدال برقرار نہیں رہتا ہے اِس لیے کہ داڑھی کے بالوں کے ساتھ اِس رطوبت کا ایک خاص تعلق ہے۔ جیسے چولی دامن کا۔ مثال کے طور پر زمین میں کاشت کردہ وہ سبزہ زار جسے زمیندار بار بار بیخ سے کاٹتا ہے جیسے گندہ نا، یا مولشیوں کا چارہ زمین جب اِسے دوبارہ اگاتی ہے تو اِس کے لیے نئے بھرپور کھاد کی ضرورت ہے کیوں کہ زمین اِس پر از سرِ نو کافی مقدار میں قوت صرف کرتی ہے۔ بالکل یہی مثال داڑھی کے منڈانے اور اگنے پر چسپاں کی جاسکتی ہے کہ داڑھی کے بالوں کے توازن بگڑنے کے ساتھ ساتھ داڑھی اگانے کی مذکورہ مخصوص رطوبت میں ہر وقت بے اعتدالی اور صرفِ بے جا کی سی کیفیت ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں مرد کی قوت مردانگی (سیکس) کا توازن بگڑ جاتا ہے اِس لیے کہ مرد کی قوت مردانہ (سیکس) کو یہی ہارمون کنٹرول کرتا ہے جب اِس ہارمون (اسٹوسٹیرون) میں ہر وقت کمی بیشی اور بے اعتدالی رہتی تو اِس کے زیر کنٹرول قوتِ مردانگی میں لازمی طور پر بے اعتدالی رونما ہوگی اور اِس عمل کے تسلسل سے آخرکار (اسٹوسٹیرون) میں مستقل خلل واقع ہوسکتا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوتِ مردانگی (سیکس) میں خلل واقع ہونے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے یعنی نامردی۔

عین ممکن ہے کہ عام طور پر جو مشہور ہے کہ داڑھی والوں کا قوتِ مردانگی (سیکس) بہت زیادہ اور دائم ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہو اور اِس کا سائنسی توجیہ یہی ہو کہ داڑھی کی برکت سے ایسے لوگوں کے (اسٹوسٹیرون) میں ہمیشہ توازن اور اعتدال رہتا ہے جس کے نتیجہ میں اِن کی قوتِ مردانگی (سیکس) میں بھی اعتدال اور توازن رہتا ہے اور اعتدال ہی کسی بھی قوت کے استحکام اور دوام کا گویا دوسرا نام ہے۔

داڑھی کے بارے میں ڈاکٹروں اور ماہر سائینسدانوں کی رائے

ایک ماہر اور نامی ڈاکٹر داڑھی منڈانے کی مضرات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ڈاڑھی پر بار بار اُسترا چلانے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور اُن کی بینائی کمزور ہوتی رہتی ہے"

(ماخوذ از۔ داڑھی کی قدر و قیمت صفحہ ۵۱ تالیف علامہ عاشق الٰہی میرٹھی)

ایک دوسرا ڈاکٹر داڑھی کے فوائد گنتے ہوئے لکھتا ہے

"نیچی داڑھی مضرِ صحت جراثیم کو اپنے اندر الجھا کر حلق اور سینے

(c) ketabton.com: The Digital Library

تک پہونچنے سے روک لیتی ہے"

(حوالہ مذکور)

ایک اور ماہرِ جنسیات ڈاکٹر تو یہاں تک لکھتا ہے۔

"اگر سات نسلوں تک مردوں میں داڑھی منڈانے کی عادت قائم رہی تو آٹھویں نسل بے داڑھی کے پیدا ہوگی اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نسل میں مادۂ منویہ کم ہوتے ہوتے آٹھویں نسل میں مفقود ہو جائے گا۔"

(حوالہ مذکور)

داڑھی منڈانے والوں کے منہ پر تو امریکن ڈاکٹر چارلس ہومر کی تحریر ایک طمانچہ ہے۔ ماہر سائنسدان چارلس ہومر کی یہ تحریر آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی اور اِس کا بلفظہ ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

"ایک مضمون نگار نے داڑھی مونڈنے کے لیے برقی سوئیاں ایجاد کرنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے۔ تاکہ وہ تمام وقت جو داڑھی مونڈنے کی نذر ہوتا ہے بچ جائے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا آخر داڑھی کے نام سے لوگوں کو لرزہ کیوں چڑھتا ہے۔ لوگ جب اپنی سروں پہ بال رکھتے ہیں

تو پھر چہرہ پر اِن کے رکھنے میں کیا عیب ہے۔ کسی کے سر پہ سے اگر کسی جگہ کے بال اُڑ جائیں تو اِسے اِس گنج کے اظہار سے شرم آیا کرتی ہے۔ لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ اپنے پورے چہرے کو وُہ خود خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں اور اپنے کو داڑھی سے محروم کرتے ذرا نہیں شرماتے جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت ہے۔ داڑھی اور مونچھیں انسان کے چہرے کو مردانہ قوت، استحکامِ سیرت، کمالِ فردیت اور علاماتِ امتیاز بخشتی ہیں اور اِس کا بقاء وہ تحفظ بھی دلیری کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی تھوڑے سے بال ہیں جو مرد کو زنانہ صفات سے ممتاز بناتے ہیں۔ عورتیں اپنے دِلوں میں داڑھی اور مونچھوں کی بڑی قدر رکھتی ہیں اور باطن میں بے ریش مردوں کی بہ نسبت باریش و بروت مردوں کی زیادہ دِل دادہ ہوتی ہیں۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِن کو داڑھی اور مونچھیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اِس کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ فیشن کی غلام اور رواج کی ماتحت ہوا کرتی ہیں اور بدقسمتی سے آج کل داڑھی اور مونچھیں فیشن کی بارگاہ سے مردود

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہو چکی ہیں۔ نتھنوں اور منہ کے سامنے تھوڑے سے بالوں کی موجودگی ایک اچھی چھلنی کا کام دیتی ہے اور مضرت رساں خاک مٹی اور بہت سے جراثیم ناک یا منہ میں نہیں جانے پاتے لمبی اور گھنی داڑھی گلے کو سردی کے اثرات سے بچائے رکھتی ہے۔"

آپ نے دیکھا کہ ڈاکٹر ہومر داڑھی منڈانے کو چہرے کا گنج اور داڑھی رکھنے کو مردانہ امتیازات، اور قوتوں کی تحفظ اور بقاء کا ضامن ٹھہراتا ہے، نیز جنسی عورتوں کے لیے یہی خصوصیت دل دادگی کا فطری سبب کے سوا یہی تھوڑے سے بال مختلف امراض نزلہ و زکام سے بچانے کے لیے فطری ڈھال قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ہومر آگے جا کر لکھتے ہیں:۔

"داڑھی اور مونچھیں دنیا میں پھر واپس آ رہی ہیں اور انہی کے ساتھ وہ فوقیت بھی واپس آئے گی جو قدرت نے مرد کو عورت پر دی ہے۔ کسی داڑھی رکھنے والے مرد نے کبھی عورت نہیں چھوڑی تھی۔ داڑھی والا انسان اپنی داڑھی کی ہمیشہ لاج رکھتا

کرتا تھا، اس میں ایک آن ہوتی ہے جو مرد کی شان کو شایان ہے۔ آخر ایک پورے نوجوان مرد کی یہ تمنا ہو کہ اس کا چہرہ بچوں کا سا نظر آئے۔ خدا نے داڑھی اور مونچھیں اسی لیے بنائی تھیں کہ ان سے مردوں کے چہرے کی زینت ہو۔ جو لوگ داڑھی کا مذاق اور مخول اڑاتے ہیں وہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا مذاق اور مخول اڑاتے ہیں۔ اس لیے کہ مسیح علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے۔"

(حوالہ مذکور)

دیکھا آپ نے ایک عیسائی سکالر اور سائنسدان اپنی سائنسی اور مذہبی تحقیقات کی روشنی میں اپنے مختصر الفاظ میں کتنے عبرت انگیز اشارات کر گئے وہ بڑی معنی خیز انداز میں سوال کرتا ہے کہ آخر کار ایک نوجوان مرد یہ کیا باعث ہے کہ اپنے چہرے کو لوگوں کے سامنے ایک لڑکے کا معصوم چہرہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور داڑھی کا مذاق عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق ٹھہرتا ہے۔

کاش ایک مسلمان مرد کے لیے اپنے آپ کو عورت نمائی سے شرم وحیا آتی اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں فخر محسوس کرتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں عقابیت اور بازپنہ آجائے گی مگر وقت گذرنے کے ساتھ شاہین نے کوّے کی طبیعت اپنائی رنگ اور صورت اور نام تو شاہین کا تھا مگر بیرتِ اخلاق وعادات کے لحاظ سے سو فیصد کوّا بنا۔ کسی شاعر نے اس پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا:۔

ے ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہین بچے کو صحبت زاغ

فطرت کے بقاءِ اشیاء و انواع کے اِس عالمگیر قانون پر کرۂ ارض پر آباد نسل آدم علیہ السلام کا بلا استثناء عمل بھی اِس دعویٰ کی ثبوت کے لیے ناقابل انکار حجت ہے۔

اقوامِ عالم کا امتیازی یونیفارم اور نشان پہچان

اقوام عالم کو دیکھئے ہر ایک قوم ہر ایک ملک اور ایک مذہب کا ایک امتیازی نشان ہوتا ہے جو اس ملک قوم۔ مذہب اور پارٹی کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اِس امتیازی قومی نشان کا رسم و رواج اور بین الاقوامی قوانین کی رو سے بے حرمتی پوری قوم اور ملک کی بے حرمتی تصور کی جاتی ہے۔ اِس کی توہین و تحقیر ملک و قوم کی توہین و تحقیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی ملک اور قوم کسی دوسرے ملک اور قوم کی

امتیازی نشان اور جھنڈے کی توہین اور تحقیر کرتا ہے تو بسا اوقات یہی بظاہر معمولی حرکت اعلان جنگ سمجھی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں کشت وخون کا بازار گرم ہو سکتا ہے۔ نیز اندرون ملک کسی ملکی باشندے کا ملکی اور قومی نشان کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کرنا ملک اور حکومت سے بغاوت سمجھی جاتی ہے۔ ایسے فرد کے خلاف ملکی کارندے اور قوانین حرکت میں آجاتی ہیں۔ اِس کی پکڑ دھکڑ شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ اِس کے خلاف ملک سے بغاوت تک کے مقدمات قائم کئے جا سکتے ہیں۔

آج اِس مادر پدر آزاد، آزادی، لبرل ازم اور وسعت نظر کی دور میں بھی نہ تو بین الاقوامی قوانین کی رو سے اور نہ ہی ملکی قوانین کے زاویہ نگاہ سے مذکورہ تعزیری اقدامات اور مقدمات اور بغاوت کے الزامات، عدالت ججوں کے فتوے کو تنگ نظری کے طعنے دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی اِسے فرسودہ ذہنیت قرار دی جاتی ہے اور نہ ہی ایسا کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سمجھی جاتی ہے، یہاں تک کہ دینِ جمہوریت میں مذہب، اللہ تعالیٰ اور پیغمبرانِ خدا کے خلاف توہین آمیز کردار کی کھلی چھٹی ہے مگر قومی اور ملکی پرچم کی توہین قابلِ گرفت

(c) ketabton.com: The Digital Library

جرم ہے۔ یہ سب کچھ اِس لیے کہ یہ پرچم قومی تشخص اور عظمت کی تحفظ کا ضامن تصور کیا جاتا ہے۔

ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی امتیازی تشخص کی اہمیت۔

ہر سلطنت اور حکومت کے مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت کے پیشِ نظر اِن کے متعلق افراد کے لیے حکومتی سطح پر مصنوعی امتیازی نشان اور یونیفارم لازم قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً بری فوج کا یونیفارم الگ ہے بحری کا الگ اور فضائی فوج کا اور ہے، پولیس کا جدا، ریلوے ملازمین کا الگ، ڈاکخانے کا اور ہے۔ سکاؤٹس کا جدا ہے اور نیوی کا اور غرض اعلیٰ سے ادنیٰ شعبے کا امتیازی نشان نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ افسروں کے آپس کے گریڈ اور درجہ بندی کے امتیازی نشانات تک کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اِس امتیازی یونیفارم پر یہاں تک سختی سے پابندی کرائی جاتی ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر کوئی ملازم بغیر یونیفارم کے پایا جائے تو وہ مستوجب سزا قرار پاتا ہے۔ نیز اگر کوئی غیر سرکاری آدمی، یا دوسرے شعبے کا آدمی کسی اور شعبے کا

یونیفارم پہن کر پکڑا جائے تو بھی مستحق سزا ٹھہرتا ہے۔ مگر کوئی ذِرا سے، تنگ نظری سے تعبیر کرتا ہے اور نہ دقیانوسی ذہن سے، کرۂ ارض کے اقوامِ عالم کا یہ فطری اتفاق بھی، فطرت کے مذکورہ اصول بقائے قومیت اور تشخص کا ایک اہم دلیل ہے۔

فلسفۂ جدوجہد للبقاء۔ سٹرگل فار لائف

ڈارون نے فلسفۂ جدوجہد للبقاء کا اصول، فطرت کی اِسی اصول سے اخذ کیا ہے کہ کسی چیز کی بقاء کے لیے ضروری ہے کہ اِس چیز میں اپنی امتیازی تشخص کی حفاظت کی استعداد اور صلاحیت ہو، ورنہ وہ اپنی مخصوص زندگی اور وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی اور آخر کار وہ مٹ کر فنا ہو جائے گی۔ مثلاً ہر ماحول کی مناسبت سے فطرت نے حیوانات کو جسم، شکل و صورت رنگ و نمو دعطا کی ہے۔ باغ اور پھولوں کے اندر تیتلیوں کو دیکھو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ اڑنے والا کوئی ننھا سا پھول ہے۔ سبزہ زاروں میں زندگی بسر کرنے والے حیوانات کا رنگ سبزہ سے جب ہی امتیاز ہو سکتا ہے جب حرکت کریں دشت اور بیابان کے پرندے اور چرندے مور مار اگر ساکن ہو تو پاس کھڑا ہونے سے پتھروں، سنگریزوں مٹی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور خود رو نباتات سے اِن کا امتیاز تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، سمندروں میں زندگی گذارنے والے پرندے اور حیوانات کا بیرونی چہرہ واٹر پروف ہوتا ہے اِن کے پاؤں کے پنجے اور کھانے کی چونچ بری حیوانات سے مختلف ہیں، درختوں پر بیٹھنے والے پرندوں اور زمین پر رات گذارنے والے پرندوں کے پنجے مختلف ہوتے ہیں۔ انہیں امتیازی خصوصیات میں اِن کی بقا کا راز ہے، کتنے دشمنوں کی آنکھوں سے ماحول کی ہم رنگی کے سبب محفوظ رہتے ہیں۔

اگر اِن حیوانات نے اپنے مخصوص تشخص اور یونیفارم کو ترک کر کے کسی اور ماحول والوں کی رنگ اور شکل میں ڈھل گئے تو ڈارون کے فلسفہ کی رو سے یہ حیوان اصلح للبقاء نہیں ہے یا اس میں جدوجہد للبقاء کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا یہ اپنی مخصوص وجود برقرار نہیں رکھ سکے گا یا تو دشمنوں کے لیے لقمۂ تر بن جائے یا کسی اور نوع میں ضم ہو کر کالعدم ہو جائیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ کائینات کے مختلف اجناس، انواع اور اقوام کی بقا کے لیے ہر ایک کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کی بقاء اور تحفظ کو فطرت نے شرطِ اوّل کا درجہ دیا ہے

چونکہ مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اقوام عالم سے اِن کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کو شریعت اسلامی نے کسی مصنوعی اور خارجی چیز کو مقرر نہیں بلکہ کئی ایک خلقۃ اور خداداد چیزوں کو متعین فرمایا ہے مثلاً داڑھی بڑھانا، مونچھیں کتروانا سر کے بالوں کے درمیان سیدھی فرق نکالنا، ناخن کتروانا، مسواک کرنا اور ختنہ کرنا بغل صاف کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، جوڑوں پر میل کچیل نہ چھوڑنا وغیرہ اِن سب میں سے اہم اور اعظمؔ اور دور سے دکھائی دینے والی علامت اور امتیازی نشان داڑھی رکھنا اور مونچھیں کتروانا ہیں۔ جس چہرے پر اسلامی قومیت کے یہ دو نشانات نہ ہو وہ عیسائی، انگریز، ہندو، مشرک دھریے وغیرہ کا چہرہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے مسلمان چہرہ کا نام دینا زیب نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کوئی اِن جان مسلمان اس کو پہچان سکتا ہے کہ یہ شخص بھی میرا ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہے۔

ہندوستان بھی مسلمان اور سکھ کو ہضم نہ کر سکا

علامہ حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں کہ "ہندوستان میں بے شمار غیر ہندو مذہب کے لوگ آبسے مگر چونکہ انھوں نے اپنی مذہبی شعار، قومی یونیفارم اور کلچر کی پابندی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں کہ آج وہ سب ہندو معاشرہ میں ایسے جذب ہو گئے کہ ان کے جداگانہ تشخص اور قومیت کی نام و نشان تک نہیں"۔

مگر اسی ہندوستان میں مسلمان، سکھ تو ہزاروں سالوں سے اور انگریز صدیوں سے آیا ہے، انہیں اقوام کو اگر ہندوستان ہڑپ نہ کر سکا تو محض ان کے مذہبی یا قومی یونیفارم کی برکت سے۔

سکھوں کو تو بجا طور پہ فخر کرنا چاہیئے کہ انہوں نے رہتی دنیا پر اپنی مذہبی لاج کا سکہ منوالیا۔ چونکہ ان کے مذہب میں جسم کا کوئی بال کٹوانا منع ہے اور پگڑی باندھنا بھی مذہبی شعار ہے۔ سکھ نوجوانوں نے، ہندوستان تو کیا لندن میں بھی نہ صرف اپنی مذہبی شعار اور نشانیاں قائم رکھی بلکہ لندن کے اندر انگریز قوانین کو مات دی اور اپنی مذہبی یونیفارم پگڑی باندھنا اور بال نہ کٹوانے کو فتح دلوادی۔

لندن کے تعلیمی اداروں میں پگڑی پر پابندی اور سکھ طالب علموں کا کردار

ماضی میں یہ بحث اخبارات کی زینت بنی تھی کہ لندن کی تعلیمی اداروں میں پگڑی پر پابندی لگادی گئی تھی کہ کوئی سٹوڈنٹ پگڑی سر پہ باندھ کر تعلیمی ادارے

میں نہ جائیں۔ بظاہر تو انگریز قوم غیر اقوام کے یونیفارم وغیرہ مذہبی نشانیوں کو "اولڈ فیشن" یعنی غیر ترقی یافتہ فیشن کا بہانہ اور دلیل بناتا ہے گویا کہ ایسے فیشن رکھنے والوں سے انگریز ہمدردی کرنا چاہتا ہے۔ مگر ان کی باطنی خباثت اور دشمنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر ایک قوم کو اپنا تابع اور خوشہ چین دیکھنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ہر ادا اور شکل کو جدید اور ترقی یافتہ بتاتا ہے اور ان کے پیروکاری اور تابع داری کے سوا ہر چیز کو اولڈ فیشن، اور بسماندگی کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ انگریز قوم آج بھی جن دقیانوسی رسم و رواج میں مبتلا ہے شاید کوئی اور قوم نہ ہو۔ مثلاً شاہ پرستی کو لیجیئے۔ آج بھی سال کے مخصوص دن میں جملہ شاہی خاندان شاہی بالکونی سے عوام کو دیدارِ عام کراتے ہیں جس کے لیے عوام ترستے ہیں۔ یہی کوٹ پتلون ان کی غربت اور کارخانوں میں مزدوری کی یادگار ہے اور ٹائی ان کے اولڈیسٹ یعنی قدیم ترین مذہبی صلیب عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دینے کی یادگار ہے۔

قصہ مختصر پگڑی باندھنے والوں کا ان کی قومی اور مذہبی یونیفارم انگریز کی آنکھ کا کانٹا بنا تھا۔ مگر سکھ سٹوڈنٹس نے اپنی استقامت اور مخصوص فولادی مزاج

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے اِس قانون کو پاش پاش کی یعنی انگریز اِس قانون کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔
نیز اندرا گاندھی نے اپنی وزارتِ عظمیٰ میں جب ہندو افواج کو سکھوں کے دو گولڈن
ٹیمپل یعنی سنہری گوردوارہ کے مذہبی تقدس کو پامال کیا تو اس کا بدلہ لینے کے لیے
شیر دل سکھوں نے اندرا گاندھی کو دِن دھاڑے گولیوں سے چھلنی کر دیا، سکھوں کی
اِس تاریخی جرأت کا نتیجہ ہی سمجھ لینا چاہیے کہ شاید آئندہ کبھی بھی نہرو خاندان ہندوستان
کے وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز نہیں ہو سکے گا۔

انگریز اگرچہ سرد ترین ملک کا باشندہ ہے مگر ہندوستان کی سخت ترین گرمیوں
میں بھی اِس نے انگریزی لباس، کوٹ، پتلون، بند گلا اور ٹائی پاؤں میں موزے
یا جراب پہننا ہرگز نہیں چھوڑا۔

اگرچہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ مسلمان نوجوانوں نے اپنی مذہبی اور قومی
اہم ترین شعار اور یونیفارم ضائع کر دی۔ مثلاً مسنون داڑھی اور مونچھیں سروں پر
مسنون حلیہ اور لباس مسلمان کی اِس کمزوری نے ہندوؤں کو اِس پر دلیر کیا کہ انہوں
نے آس باندھ لی کہ مسلمان کو ہندو قوم میں ضم کرنا اور ہضم کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ
سکھ قوم ہے۔ چنانچہ ہندو قوم نے زیر زمین منظم اور متفقہ پالیسی اپنائی ہے کہ مسلمانوں

کے جداگانہ تشخص کو ختم کر کے ہندو قوم میں ہضم کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ یہ بھی
ہندو کو علم ہے کہ مسلمان اسلام کے مذہبی یونیفارم کو عام طور پر پہلے ہی خیر باد کہہ
چکا ہے اور اسلامی اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی برائے نام ہے۔ زنا،
شراب نوشی اور سود کا تو اسلامی ممالک میں کون پوچھتا ہے، ہندوستان میں مسلمان
قوم کی بقا اذان، نمازِ جمعہ، عربی میں خطبہ اور عیدین کے اجتماعات کا مرہونِ منت
ہے۔ لہٰذا اِن مقامات کو مٹا دو جہاں مذکورہ اسلامی نشانات ادا کیے جاتے ہیں
یعنی مساجد کو صفحۂ ہند سے مٹا دو۔ جس کی ابتدا پانچ سو سالہ تاریخی بابری مسجد
سے کی گئی کیونکہ یہ مسجد مسلمانوں کے لیے صرف قومی علامت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں اسلام
اور مسلمانوں کے عروج کی علامت بھی تھی۔ بابری مسجد کی شہادت کے ہنگاموں میں
ہندوستان بھر میں ہزاروں مسجدیں اور بھی شہید کی گئی جس کا تو کوئی ذکر نہیں کرتا ہے۔
مزید کئی اہم تاریخی مساجد بھی ہندوؤں نے گرانے (شہید کرنے) کی لسٹ میں شامل
کی ہیں۔ جن میں دھلی کی تاریخی جامع مسجد بھی ہے۔ خلاصۂ بحث۔
سکھوں نے اپنی مذہبی شعار یونیفارم۔ بال نہ کٹوانا۔ پگڑی باندھنا، جرأت مندی
اور استقامت سے اپنائے رکھا، اِن کا قومی وجود آج بھی محفوظ ہے۔ اور آئندہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہمیشہ محفوظ دکھائی دیتا ہے۔ سکھوں کی مذہبی یونیفارم کی عزت اور اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ہندو رہتی دنیا تک اِن کے مذہبی مقدس مقامات کو ترچھی نگاہ سے دیکھنے کا سوچ بھی نہیں سکے گا، حالانکہ سکھ ہندوستان میں تعداد کے لحاظ سے کمتر اقلیت ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے مذہبی شعار، یونیفارم یعنی مسنون داڑھی اور مونچھیں رکھنے میں زنانہ پن کا مظاہرہ کیا۔ ہندوستان میں اِن کی قومیت کی بقاء مساجد کی مرہونِ منت ہے جس میں کم از کم جمعہ اور عید کے اجتماعات میں ہر مسلمان شرکت کرتا ہے۔ خدانخواستہ اگر مساجد کا یہی حشر رہا تو مسلمان کے تشخص اور بقاء کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا ہے۔

حالانکہ ہندوستان میں عظیم ترین تعداد کسی اقلیت کا اگر ہے تو وہ مسلمانوں کا ہے۔ آج کل اِن کی تعداد ۱۳ کروڑ تک جا پہنچا ہے۔

خلاصہ کلام:۔

کسی قوم کی بقاء اور تشخص کا راز اِس قوم کی امتیازی تشخصات اور علامات میں ہی مضمر ہے۔ جس قوم نے اپنی قومی شناخت کھو دی اِس نے اپنی قومیت کھو دی۔

فطرت کے اصول شریعت اور داڑھی

اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ انسانوں کی رہنمائی فلاح و بہبود کے لیے انسانوں میں سے پیغمبر اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام چن لئے اور اِن پر اپنی طرف سے وحی جلی اور وحی خفی بھیجا تاکہ لوگوں کو اِن کی زبان میں وہ اعمال و عقائد سنائے جن کے کرنے پر یا نہ کرنے سے اِن کا رب خوش اور راضی ہوتا ہے۔ یا ناخوش اور ناراض ہو جاتا۔ نیز پیغمبر کی ذمہ داری ہوتی کہ اپنی زندگی اپنی صورت اور سیرت میں لوگوں کو وہ تمام اعمال دکھائے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور امت کو انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے یہ تعلیم اِس لیے دلائی جاتی ہے تاکہ امتِ انبیاء کی تعلیمات کی نقل کرے اِن کی اطاعت اور پیروی کرے۔

قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط (پ۵ النساء آیت ۶۴)

اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اِسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اِس کی تابعداری کی جائے (پارہ نمبر ۵ النساء آیت ۶۴)

حضور علیہ السلام کسی بھی معاملے کے بارے میں جو فیصلہ صادر فرما دیں اس کی اطاعت امت پر لازم ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان اللہ تعالےٰ کا فرمان اور فیصلہ ہوتا ہے۔

اگر آپ کی پیروی لازم نہ ہوتی تو آپ کی بعثت کا کیا حاصل؟

قولہ تعالیٰ۔ وَمَا آتٰكُمُ — اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے
الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ — لو اور جس سے منع کرے اس سے
عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝ — باز رہو۔

(پ ۲۸، الحشر، آیت ۷) (پ ۲۸، الحشر، آیت نمبر ۷)

رسولِ خدا کی حیثیت سے پیغمبر کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے ہوتی ہے جس میں پیغمبر کی انسانی اور ذاتی پسند اور ناپسند کی کوئی دخل نہیں ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ وَمَا يَنْطِقُ — اور تمہارے پیغمبر ؑ اپنی خواہش سے کچھ
عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا — نہیں کہتا ہے، یہ تو وحی ہے جو ان پر
وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ — آتی ہے، بڑے طاقتور (جبرائیل) نے
الْقُوٰى ۝ (پ ۲۷، النجم، آیت ۲)۔ اسے سکھایا ہے۔ (النجم)۔

ایک شاعر نے اس آیت کا مفہوم بڑے پیارے انداز میں بیان کی ہے۔

مصطفےٰ ہرگز نگفتی تا نگفتی جبرائیل
جبرائیلش ہم نگفتی تا نگفتی کردگار

چونکہ فرمانِ رسول ؑ فرمانِ خدا ہے۔ لہٰذا اس کی تعمیل کرنے کے سوا کسی کلمہ گو کے لیے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ وَمَا كَانَ — اور کسی مومن مرد یا عورت کا کام نہیں کہ
لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا — جب اللہ اور اس کا رسول کوئی کام متعین
قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ — اور مقرر کرے اس کے بعد ان کو اپنے
اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ — کام کا اختیار کرنے یا نہ کرنے کا باقی رہے۔
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ — یعنی کسی کو یہ اختیار نہیں رہتا ہے۔

(پ ۲۲، الاحزاب، آیت ۳۶) (پ ۲۲۔ احزاب)

رسولِ خدا کی پیروی سے سرتابی کرنے والے کو بہت بھیانک نتائج سے دوچار ہونے سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ درحقیقت اللہ کی نافرمانی ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ فَلْيَحْذَرِ — سو جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے

الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهٖٓ حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں اس سے
اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی سخت آفت
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ آئے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے
(پ۱۸، النور، آیت ۶۳) (پ۱۸، النور، آیت ۶۳)۔

مذکورہ آیاتِ کریمہ اور ان سے اخذ شدہ حسب ذیل نتائج داڑھی کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے بطور ایک بنیاد اور مقدمہ کے درج کی گئیں۔ اخذ شدہ نتائج یہ ہیں۔

نمبر۱: پہلی آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہی اس لیے ہے، کہ لوگ ان کے ہر قول و فعل کی اطاعت اور پیروی کریں (بجز خصوصیات انبیاء کے)۔

نمبر۲: دوسری سے ثابت ہوا کہ پیغمبرِ خدا جو کچھ حکم دے۔ اس پر عمل کرو اور اسی پر قناعت کرو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

نمبر۳: تیسری آیت نے واضح کر دیا کہ پیغمبر جو بات کرتا ہے وہ اپنی خواہش سے نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہی ہوتی ہے۔

نمبر۴:۔ چوتھی نے واضح کر دیا کہ پیغمبر کسی بھی چیز کے متعلق جب واضح حکم دے۔ اس کے بعد اس امر میں مخالفت کی اختیار کسی ایماندار مرد اور عورت کے لیے باقی نہیں رہتا۔

نمبر۵۔ پانچویں آیت میں مخالفت کرنے والوں پر دنیاوی مصیبتیں یا اخروی عذاب نازل ہونے کی واضح دھمکی دی گئی ہیں۔

داڑھی کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ حضرت نافع ابن عمر سے اور ابن عمر رضی اللہ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عنہما حضور علیہ السلام سے روایت کرتے
قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَ ہیں کہ آپ نے فرمایا "مشرکین کی مخالفت
وَفِّرُوا اللِّحَى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ" کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ"۔
وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ رَسُولُ نیز آپؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مونچھیں ترشواؤ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور داڑھیاں بڑھاؤ" دونوں حدیثوں
اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا بخاری شریف نے روایت کی ہے،
اللِّحَى" (رواهما البخاری) بحوالہ فتح الباری ص۳۴۸ ج۱۰ اور

فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۴۸ بحوالہ
اللباس والزینة فی الشریعة
الاسلامیة ص ۲۱۲)

عن ابن عمر رضی اللہ
عنہما ان النبی علیہ السلام
قال: خالفوا المشرکین ووفروا
اللحی واحفوا الشوارب" وفی
روایة البخاری "
کان ابن عمر اذا حج او
اعتمر قبض علی لحیتہ
فما فضل اخذہ۔"
(بخاری، مسلم، احمد، بحوالہ
اللباس والزینة فی الشریعة
الاسلامیة تالیف الدکتور

بحوالہ اللباس والزینة فی الشریعة
الاسلامیة ص ۲۱۲) تالیف الدکتور
محمد عبدالعزیز عمرو)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے،
"مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو
بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ"، بخاری
شریف کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے
کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج یا عمرہ
کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے
اور مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے"
(بخاری مسلم اور احمد، بحوالہ اللباس
والزینة فی الشریعة الاسلامیة
تالیف الدکتور محمد عبدالعزیز عمرو

محمد عبدالعزیز عمرو ص ۲۱۲)۔ ص ۲۱۲)۔

أخرج الحارث بن
ابی اسامة عن یحیی
بن کثیر قال: اتی رجل
من العجم وقد وفر
شاربہ وجز لحیتہ
فقال لہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
وما حملک علی ھذا۔ فقال:
ان ربی امرنی بھذا فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
امرنی ان اوفر لحیتی
واحفی شاربی"،
(اللباس والزینة فی الشریعة

حارث بن ابی اسامة نے یحیی بن کثیر
سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ عجم
قوم (ایران) کا ایک شخص حضور علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے مونچھیں
بڑھائی ہوئی تھیں اور داڑھی کتروا دی
تھی حضور علیہ السلام نے اِن سے فرمایا کہ
کس چیز نے تجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا؟
اس نے کہا کہ میرے رب (بادشاہ)
نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام
نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم
دیا ہے کہ میں داڑھی کو بڑھاؤں اور
مونچھیں کترواؤں)
(اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیة

(الاسلامیۃ ص۲۱۳) ص۲۱۳)۔

تشریح

بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر متعدد مستند کتب احادیث میں کئی صحیح احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم اور امر بصراحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ "اَوْفِرُوا اللُّحٰی"، "وَفِّرُوا اللُّحٰی"، "وَاعْفُوا اللُّحٰی" اور "وَاَرْخُوا اللُّحٰی"، یا مثلاً اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُوْفِرَ لِحْیَتِیْ"۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں داڑھی بڑھائے رکھوں۔

مذکورہ احادیث میں واردشدہ "اَمْر" کے صیغوں کی مزید وضاحت

پچھلی احادیث میں حضور علیہ السلام نے داڑھی بڑھانے کا جو "اَمْر" دیا ہے۔ ان میں ایک لفظ "وَاعْفُوا اللُّحٰی" آیا ہے، عَفْوٌ سے بنا ہے عَفَا، یَعْفُوْ، عَفْوًا اس کے بارے میں "امام لغت القرآن علامہ راغب اصفہانی، اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المفردات" میں یوں لکھتا ہے۔

"عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ بڑھنے لگا سبزہ اور درخت یعنی اس نے

قَصَدَ تَنَاوُلَ الزِّیَادَۃِ کَقَوْلِکَ اَخَذَ النَّبْتُ فِی الزِّیَادَۃِ۔" (ص۳۴۳)	زیادہ ہونا شروع کیا، جیسے تو کہے کہ سبزہ نے عملاً بڑھنا شروع کیا، یہی مفہوم "عفا"، کا ہے.
"وَاَعْفَیْتُ کَذَا اَیْ تَرَکْتُہٗ یَعْفُوْ وَیَکْثُرُ، وَمِنْہُ قِیْلَ اُعْفُوا اللُّحٰی وَالْعِفَاءُ مَا کَثُرَ مِنَ الْوَبَرِ وَالرِّیْشِ" (ص۳۴۴)	اور میں نے فلاں چیز بڑھنے دیا یعنی میں نے اسے چھوڑا کہ بہت کثرت حاصل کرے اور اسی بنا پر فرمایا گیا کہ داڑھی کو بڑھا دو، اور "عفاء"، دنبے کی اون اور پرندے کے پر بکثرت ہونے کو کہا جاتا ہے.

حاصل کلام یہ کہ از روئے لغت عربی "عَفْوٌ"، زیادہ بکثرت، بڑھنا اور چھوڑنے کو کہا جاتا ہے لہذا "وَاعْفُوا اللُّحٰی" کا معنی ہوا کہ داڑھی کو بڑھا دو، زیادہ کردو، چھوڑ دو، کثیر اور گھنا کر دو۔

دوسرا لفظ ہے "وَاَرْخُوا اللُّحٰی"، ہے یہ "رَخٰی"، سے ہے جس کا معنی ہے جھک جانا یا لٹک جانا: کہا جاتا ہے "اَرْخَیْتُ السِّتْرَ" میں نے پردے کو لٹکا دیا۔ "وَقَدْ اَرْخَیْتُہٗ خَلِیَّتُہٗ رَخْوًا۔" اور تحقیق میں نے

اسے لٹکایا یا جھکا دیا یعنی میں نے اسے لٹکا ہوا یا جھکا ہوا چھوڑ دیا (المفردات ص۱۹۱)۔ اور لغات الحدیث ص۵۸ ج۲، کتاب "و ر" تالیف علامہ وحید الزمان) تیرا لفظ ہے "اَوْفِرُوا اللِّحٰى" یہ "وَفْرٌ" سے ماخوذ ہے۔ علامہ راغب لکھتے ہیں:-

"اَلْوَفْرُ اَلْمَالُ التَّامُّ، يُقَالُ وَفَرْتُ كَذَا تَمَّمْتُهُ وَكَمَّلْتُهُ وَوَفَرْتُ عِرْضَهُ اِذَا لَمْ تَنْتَقِصْهُ، وَاَرْضٌ فِيْ نَبْتِهَا وَفِرَةٌ اِذَا كَانَ تَامًّا ۔

(المفردات ص۵۲۹)

وَفْر مالِ تام اور کامل کو کہا جاتا ہے نیز جس چیز کو تام اور کامل کیا جاتا ہے تو اس کو (وَفَرْتُ) کہتے ہیں اور میں نے اس کی آبرو کی توفیر کی یعنی نقصان نہیں پہنچائی۔ زمین کا سبزہ وافر ہے۔ یعنی کامل مکمل ہے (المفردات ص۵۲۹)

علامہ وحید الزمان اپنی تالیف "لغات الحدیث" میں لکھتا ہے کہ "وَفَرَ" کا معنی ہے بہت ہونا، پورا ہونا، تمام ہونا، بہت کرنا، پورا کرنا، تمام کرنا اور بڑھانا۔ ص۸۳ ج۶۔

لغت کے اعتبار سے داڑھی بڑھانے کا معنی

خلاصہ یہ کہ داڑھی بڑھانے کے متعلق حضور علیہ السلام نے اپنے فرمان میں جتنے الفاظ فرما دیئے ہیں، لغتِ عربی کے لحاظ سے ان سب کا معنی ہے۔ بہت زیادہ بڑھانا، وافر اور گھنا رکھنا، بکثرت کرنا، لٹکانا اور کامل و تمام کرنا، نقصان نہ پہنچانا۔

شریعت کے اصطلاح میں داڑھی بڑھانے کا مطلب

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا؛

(جامع ترمذی بحوالہ فتح القدیر ص۶ ج۲)۔

حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ اپنی داڑھی کے طول و عرض سے مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے۔

(جامع ترمذی، بحوالہ فتح القدیر ص۶ ج۲)۔

وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَنْ اَبِيْ

حضرت ابن عمر اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ دونوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُمَا مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے۔
یَاْخُذَانِ مَا زَادَ عَلٰی (روایت کیا ہے اسے بخاری، ابو داؤد
الْقَبْضَۃِ وَالْکَفِّ (رواہ نسائی اور کتاب الآثار محمد بن الحسن۔ بحوالہ
البخاری، ابو داؤد نسائی، کتاب فتح القدیر ص[illegible] ج۲)
الآثار، لمحمدؒ، بحوالہ فتح القدیر،
ص[illegible] ج۲)

وضاحت:- ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام خود بھی اور آپ کے صحابہ کرام بھی ایک قبضہ یعنی مُٹھی سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے۔

احادیث مذکورہ کے لغوی اور شرعی مفہوم میں تطبیق

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے فعل اور ابن عمرؓ و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما کے عمل سے واضح ہوا کہ احادیث میں داڑھی بڑھانے کا جو حکم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مٹھی یعنی چار انگشت تک بڑھانا، لازم ہے اس سے کم کرنا ممنوع ہے اور زائد کاٹنا جائز ہے۔

پچھلی تفصیلات اور بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد، ترمذی اور

نسائی شریف کے صحیح حدیثوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام نے داڑھی کو ایک مُشت تک بڑھانے کا "اَمْر" کیا ہے اور صریح حکم دیا ہے۔

شریعت میں "اَمْر" کا اوّلین حکم وجوب ہے

علامہ شمس الائمہ السرخسیؒ جو کہ فقہاء احناف کے سات طبقات میں سے تیسرے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے اور "المجتہد فی المسائل" ہے اپنی نایاب کتاب "اصول السرخسی" میں لکھتے ہیں۔

"فَاِنَّ مُوْجَبَ الْاَمْرِ حَقِیْقَۃً الْاِیْجَابُ وَقَطْعُ التَّخْیِیْرِ لِحَقِّ ذٰلِکَ مِنْ ضَرُوْرَۃِ الْاِیْجَابِ" (الی ان قال)

پس تحقیق یہ ہے کہ "امر" کا حقیقی حکم اور ثمرہ وجوب ہے اور یہ کہ مامور شخص کا اختیار اور مرضی ختم ہوتا ہے، کیونکہ وجوب کے ساتھ یہ بات لازم ہے کہ مامور کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ چاہے تو تعمیل حکم نہ کرے۔

وَالدَّلِیْلُ عَلَیْہِ اَنَّ الْعَرَبَ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ عرب اہل

تُسَمَّى تَارِكَ الْأَمْرِ عَاصِيًا   شخص کو نافرمان اور "عاصی" کہتے ہیں جو
وَبِهٖ وَرَدَ الْكِتَابُ قَالَ   امر کے اَمر کا تعمیل نہ کرتا ہو۔ اور قرآن
اللّٰهُ تَعَالٰى (أَفَعَصَيْتَ أَمْرِيْ) بھی یہی کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ص۱۵ ج ۱) ۔   (کیا تو نے میرے اَمر کی نافرمانی کی)،

(اصول سرخسی ص۱۵ ج ۱)

"امر" کے حکم میں جمہور ائمہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے

فَالْمَذْهَبُ عِنْدَ جُمْهُوْرِ   جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ اَمر
الْفُقَهَاءِ اَنَّ مُوْجَبَ   جب مطلق ہو تو اس کا حکم لزوم ہے تاوقتیکہ
مُطْلَقِهٖ اَلْاِلْزَامُ اِلَّا   کہ وجوب کے خلاف شرعی دلیل موجود نہ
بِدَلِيْلٍ الخ (حوالہ مذکور)   ہو۔ (حوالہ مذکور)۔

علامہ الدکتور محمد عبد العزیز عمرو اپنی تالیف "اللباس والزينة في الشريعة الاسلامية" میں لکھتے ہیں کہ مٹھی بھر داڑھی بڑھانا واجب ہے اس لیے کہ یہاں "اَمر" کے وجوب کے خلاف شریعت اسلامی میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

"وَالْأَصْلُ فِي الْأَمْرِ   اور اصل یہ ہے کہ "اَمر" وجوب کیلئے
الْوُجُوْبُ وَلَا يُصْرَفُ   ہوتا ہے تاوقتیکہ وجوب کے خلاف
عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيْلٍ وَلَا دَلِيْلَ"   کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہوا اور داڑھی کے
ص۲۱۳) ۔   مسئلہ میں وجوب کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے

، (ص۲۱۳)

علامہ سرخسیؒ مزید لکھتے ہیں :-

فَإِنَّ وُجُوْبَ الْعَمَلِ بِكُلِّ   شریعت کا اصل اور قانون یہ ہے کہ
خَبَرٍ ثَبَتَ عَنْ صَاحِبِ   شارع علیہ السلام سے جو بات ثابت ہو
الشَّرْعِ هُوَ الْأَصْلُ حَتّٰى   جائے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے
يَمْنَعَ مِنْهُ مَانِعٌ   تاوقتیکہ وجوب سے کوئی شرعی مانع موجود
(اصول سرخسی ص۱۳۵ ج ۱) ۔   نہ ہو۔ (اصول سرخسیؒ ص۱۳۵ ج ۱)

شریعت کے "اَمر" کی مخالفت حرام ہے۔

علامہ و حجۃ الاسلام الجصاص الحنفیؒ فرماتے ہیں۔

"اَلْأَمْرُ بِالشَّيْءِ يُوْجِبُ   کسی چیز کی "امر" سے لازم ہوتا ہے کہ

النَّهْيُ عَنْ ضِدِّهِ الخ (الى ان قال) اِلَّا أَنَّا نَقُوْلُ ثُبُوْتُ الْحُرْمَةِ بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ هُنَا لِأَنَّ طَلَبَ الْوُجُوْدِ بِالْأَمْرِ يَقْتَضِيْ حُرْمَةَ الضِّدِّ الخ (اصول السرخسی ص۹۴ ۹۵ ج۱)

اس کی خلاف کرنے سے گویا کہ شریعت نے "نفی" کردی ہے کہ (علامہ سرخسی کہتے ہیں) ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ "امر" کی مخالفت حرام ہے مگر یہ حرمت بطریق اقتضاء ہے کیونکہ کسی چیز کے کرنے کا جب امر ہو تو یہ چاہتا ہے کہ نہ کرنا حرام ہے (اصول سرخسی ۹۴ تا ۹۵ ج ۱)۔

علامۃ الدکتور محمد عبد العزیز عمرو، اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالْأَمْرُ يَتَضَمَّنُ النَّهْيَ عَنْ حَلْقِهَا وَقَصِّهَا وَالْأَصْلُ فِي النَّهْيِ التَّحْرِيْمُ وَلَا يُصْرَفُ عَنْهُ إِلَّا

اور داڑھی بڑھانے کے ضمن میں داڑھی منڈانے اور کتروانے سے بھی ثابت ہے در اصل یہ ہے کہ وہ "نھی" ہمیشہ حرمت کے لیے ہوتی ہے تاوقتیکہ حرمت کے خلاف

بِدَلِيْلٍ وَلَا دَلِيْلَ" (اللباس والزينة الخ ص۲۱۳)۔

شرعی دلیل موجود نہ ہو، جو کہ یہاں موجود نہیں ہے (اللباس والزینۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص۲۱۳)۔

خلاصۂ کلام:۔

گزشتہ درج شدہ احادیث، ائمہ لغت اور ائمہ فقہ و اصول فقہ کی تصریحات سے بلا شک و شبہ یہ بات ثابت ہوئی کہ بقدر یکمشت (مٹھی بھر) داڑھی رکھنا واجب ہے۔

مٹھی بھر داڑھی رکھنا عملاً فرض عین ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایک نام ہے، "یعنی دو فرض"، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ دونوں ایک چیز نہیں ہے بلکہ فرض وہ ہے جس کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوتا ہے اور جس حکم کا تعمیل کرنا اور بجالانا تو فرض ہو مگر اس کا منکر اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے اس کو امام ابو حنیفہؒ واجب کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ از روئے عمل اور ثواب و عقاب، فرض اور واجب میں فرق

نہیں بلکہ دونوں فرض ہے مگر از روئے عقیدہ دونوں میں فرق بیّن ہے۔ ایک
کا منکر کافر ہوتا ہے۔ دوسرے کا منکر کافر نہیں ہوتا ہے دوسرے کا منکر باوجود
انکار مؤمن رہتا ہے تاوقتیکہ واجب کے ساتھ استہزاء اور توہین کا ارتکاب
نہ کرے۔ اسی فرق کے پیشِ نظر فقہاء کی اصطلاح میں "فرض" کو "فرض
اعتقادی" کا نام دیا جاتا ہے اور "واجب" کو "فرض عملی" کا نام دیا جاتا
ہے۔ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں۔

"وَالْفَرْضُ وَالْوَاجِبُ كُلٌّ — فرض اور واجب دونوں از روئے عمل
وَاحِدٍ مِنْهُمَا لَازِمٌ فَمَا — لازم ہیں۔ البتہ جس کا ثبوت ایسی
كَانَ ثَابِتًا بِدَلِيلٍ مُوجِبٍ — قطعی دلیل سے ہو جس کے نتیجہ میں
لِلْعَمَلِ وَالْعِلْمِ قَطْعًا — اس پر قطعی عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا لازمی
يُسَمَّى فَرْضًا وَمَا كَانَ ثَابِتًا — ہو جاتا ہے، اسے فرض کہا جاتا ہے
بِدَلِيلٍ مُوجِبٍ لِلْعَمَلِ غَيْرُ — اور جو کچھ ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس
مُوجِبٍ لِلْعِلْمِ يَقِينًا — کے نتیجہ میں اس پر عمل کرنا تو لازم ہو جاتا ہو
بِاعْتِبَارِ شُبْهَةٍ فِي طَرِيقِهِ — مگر اس پر قطعی عقیدہ لازم نہیں ہوتا اسلئے کہ
جس دلیل میں شبہہ کی گنجائش ہو اس کو واجب

يُسَمَّى وَاجِبًا الخ (اصولِ سرخسیؒ — کہا جاتا ہے (اصولِ سرخسیؒ۔
ص ۱۱۱ ج ۱) — (ص ۱۱۱ ج ۱)۔

علامہ تفتازانی صاحب تلویح اس میں مزید توضیح کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:۔

"وَفِي التَّلْوِيحِ أَنَّ اسْتِعْمَالَ — اور تلویح میں ہے کہ ظنی الثبوت
الْفَرْضِ فِيمَا ثَبَتَ بِظَنِّيٍّ — احکامات کو فرض کہنا، اور قطعی الثبوت
وَالْوَاجِبِ فِيمَا ثَبَتَ بِقَطْعِيٍّ — احکامات کو واجب کہنا، عام اور
شَائِعٌ مُسْتَفِيضٌ فَلَفْظُ — مشہور ہے پس جو حکم اعتقاداً اور
الْوَاجِبِ يَقَعُ عَلَى مَا هُوَ — عملاً فرض ہو جیسے نمازِ فجر اس کو واجب
فَرْضٌ عِلْمًا وَعَمَلًا كَصَلٰوةِ — کہنا درست ہے، نیز وہ ظنی الثبوت
الْفَجْرِ وَعَلَى ظَنِّيٍّ هُوَ فِي — جو عمل کے اعتبار سے فرض کی قوت میں
قُوَّةِ الْفَرْضِ فِي الْعَمَلِ كَا — ہو جیسے نمازِ وتر، کہ اگر صاحب ترتیب
الْوِتْرِ حَتّٰى يَمْنَعَ تَذَكُّرُهُ — کو وتر کی قضاء یاد ہو تو اس کی نمازِ فجر
صِحَّةَ الْفَجْرِ لِتَذَكُّرِ الْعِشَاءِ — کی ادا صحیح نہیں جیسے نمازِ عشاء

وَعَلٰی ظَنِّیٍّ هُوَ دُوْنَ الْفَرْضِ فِی الْعَمَلِ وَفَوْقَ السُّنَّةِ كَتَعْيِيْنِ الْفَاتِحَةِ حَتّٰی لَا تُفْسِدُ الصَّلٰوةُ بِتَرْكِهَا لٰكِنْ تَجِبُ سَجْدَةُ السَّهْوِ" (شامی ص۷۰ ج۱)۔

کی قضاء، یاد ہوتے ہوئے نماز فجر صحیح نہیں۔ یا وہ ظنی الثبوت جو کہ عمل میں فرض سے کمتر اور سنت سے برتر ہو جیسے نماز میں فاتحہ پڑھنا کہ بھول جانے سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی مگر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ ان سب احکامات کو واجب کہنا بھی درست ہے۔

(شامی ص۷۰ ج۲)

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرض کے مقابلہ میں واجب کا جو الگ ایک درجہ قائم کیا ہے وہ اسی باریک فرق کی بنیاد پر ہے کہ واجب کا ماخذ اور سند میں چونکہ شبہہ کی گنجائش ہے لہٰذا عقیدہ میں تو واجب کا درجہ فرض سے کم ہونا چاہیئے مگر عمل کے اعتبار سے واجب کام کا کرنا ویسا ہی ضروری اور اہم ہے جیسا کہ فرض کا ادا کرنا اور اسی مساوات کی بنا پر فرض کو واجب کہا جاتا ہے اور واجب کو فرض کہا جاتا ہے۔ چونکہ امام شافعیؒ اس باریک فرق کو نہیں

دیکھتے ہیں بلکہ آپ کی نظر ثواب اور عذاب پہ ہے جس میں فرض اور واجب برابر ہیں لہٰذا امام شافعیؒ کے مذہب میں فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ آپ واجب کو بھی فرض کا نام دیتے ہیں۔

علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں!

"وَالشَّافِعِیُّ يُنْكِرُ هٰذَا الْقِسْمَ وَيُلْحِقُهُ بِالْفَرْضِ"۔ الخ (اصول سرخسیؒ ص۱۱۱ ج۱)

امام شافعی اس قسم، یعنی واجب کو نہیں مانتے ہیں بلکہ وہ اس کو فرض میں داخل کرتے ہیں۔ یعنی واجب کو فرض سمجھتے ہیں۔

(اصول سرخسی ص۱۱۲ ج۱)

داڑھی منڈانے اور ترشوانے کا حکم مذاہب اربعہ میں

امام ابن الھمام الحنفیؒ لکھتے ہیں

"وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِیَ دُوْنَ ذٰلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ"

داڑھی کتروانا ایسی حالت میں کہ وہ قبضہ سے کم ہو جیسے کہ بعض اہل مغرب (یورپین) کرتے ہیں اور ایسے مرد جو عورت پنے کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس کے جواز کا

(فتح القدیر ص۷۷ ج۲) قول کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔

(فتح القدیر ص۷۷ ج۲)

آپ نے دیکھا کہ مذہب احناف کا عظیم محقق امام، داڑھی کتروا کر قبضہ سے کم کرنے کو نہ صرف حرام ٹھہراتا ہے بلکہ اس حرمت اور عدم اباحت پر مسلمان ائمہ اور فقہاء کے اجماع کا اعلان بھی کرتا ہے، اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ داڑھی منڈانے کا کیا حکم ہو سکتا ہے۔

اور ایسا ہی ہے شامی ج۲ ص۱۸۲ اور بحر الرائق میں صاحب درمختار لکھتے ہیں:-

"یَحْرُمُ عَلَی الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْیَتِهٖ" مرد کے لیے داڑھی کٹانا حرام ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل البیع ص۲۸۸ ج۵) (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل البیع ص۲۸۸ ج۵)

ابو حنیفۂ وقت علامہ خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اپنی مایۂ ناز تالیف بذل المجہود شرح ابو داؤد ص۳۳ ج۱، باب السواک میں لکھتے ہیں:-

"وَقَصُّ اللِّحْیَةِ مِنْ سُنَنِ — داڑھی کا کتروانا عجم اقوام کا طریقہ ہے اور

الْاَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمَ — آج کل مشرکین، انگریز اور ہندو اقوام
شِعَارُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ — کی پہچان ہے اور ان لوگوں کا جن کا
كَالْاِفْرَنْجِ وَالْهُنُوْدِ — دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور یہ
وَمَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الدِّيْنِ — لوگ ان کافر اقوام کی پیروی کرتے ہیں
مِمَّنْ يَّتْبَعُهُمْ وَيُحِبُّوْنَ اَنْ — اور ان کی محبت میں ان جیسی شکل و صورت
يَّكُوْنَ بِزِيِّهِمْ" الخ — بناتے ہیں۔

چند سطر کے بعد صاحب بذل المجہود، کتاب الآثار تالیف امام محمدؒ کے حوالے سے امام محمدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ثُمَّ قَالَ وَكَذَا يَحْرُمُ عَلَى — اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ داڑھی منڈانے
الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهٖ فَعُلِمَ — ہی کی طرح مرد کو داڑھی کا کٹانا بھی حرام
مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ مَا يَفْعَلُهٗ — ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض وہ ہندوستانی
بَعْضُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي — (برصغیر کے) مسلمان، جنہیں دین کی کوئی
الدِّيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْهِنْدِ — پرواہ نہیں ان کا یہ فعل (داڑھی منڈانا یا
وَالْاَتْرَاكِ حَرَامٌ، نَعَمْ — کتروانا) حرام ہے، البتہ اگر عورت کے

إِذَا نَبَتَتِ اللِّحْيَةُ لِلْمَرْأَةِ فَيُسْتَحَبُّ لَهَا حَلْقُهَا
چہرے پر داڑھی نکلے تو اس کے لیے منڈانا مستحب ہے (

(بذل المجهود، ص۳۳ ج۱) (بذل المجہود ص۳۳ ج۱)

محدث کبیر اور فقیہ زمانہ علی بن سلطان محمد القاری، عرف مُلّا علی قاری الحنفی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المرقات شرح المشکوٰۃ ص ج، باب السواک میں لکھتے ہے "

وَقَصُّ اللِّحْيَةِ مِنْ صُنْعِ الْأَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْإِفْرَنْجِ وَالْهُنُودِ وَمَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الدِّينِ مِنَ الطَّائِفَةِ الْقَلَنْدَرِيَّةِ"
جو کہ آج کل بہت سے مشرکین، انگریز اور ہندوؤں کا شعار اور پہچان ہے اور ان لوگوں کی نشانی ہے جنہیں دین سے کوئی سروکار نہیں جیسے اوباش ملنگ اور قلندر (مرقات شرح مشکوٰۃ ص ج ۱) .

(مرقات ص)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے داڑھی منڈانے کے متعلق

کسی سائل نے کئی سوالات دریافت کئے، موصوف نے جو جوابات دیئے وہ ملاحظہ ہوں۔

جوابات :-

۱۔ ہاں اسلام میں داڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے جیسے کہ حدیث میں صیغۂ امر سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ دلائل صحیحہ سے اپنے موقع ثابت ہو چکا ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے۔ اور واجب کا ترک حرام ہے اور کسی شئی کا حرام ہونا سخت ممانعت ہے۔

۲۔ اوّل تو یہ پوچھنا اس لیے بیکار ہے کہ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ سب واجب الترک ہے اگر صغیرہ کی اجازت ہوا کرتی تو اس سوال کا مضائقہ نہ تھا پھر نظر صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ ہے کیونکہ کبیرہ کی علامت اپنے مقام پر یہ طے ہو چکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی وعید متعلق ہو اور اس میں وعید کا آنا عنقریب جواب وسوال پنجم میں آتا ہے علاوہ اس کے استخفاف واصرار سے صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے اور اس میں تو آج کل اس سے بڑھ کر استحلال بلکہ استحسان کا درجہ ہو گیا جس میں اندیشہ کفر

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے۔"

۳۔ جواب سوم کا خلاصہ "حلق لحیۃ تغیر خلق اللہ ہے اور تغیر خلق اللہ کا حرام ہونا قرآن میں موجود ہے پس حلق لحیۃ کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہو گیا۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۶ ص ۱۵۰)

داڑھی منڈانا امام شافعیؒ کے مذہب میں:۔

وَقَالَ ابْنُ الرِّفْعَةِ بِأَنَّ الشَّافِعِيَّ نَصَّ فِي الْاُمِّ تَحْرِيْمِ (بحوالہ داڑھی کی قدر و قیمت ص۳۷ تالیف مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

علامہ ابن رفعہ کہتے ہیں، کہ امام شافعی نے اپنی کتاب "الام" میں اس پر تصریح کی ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے (بحوالہ داڑھی کی قدر و قیمت ص۳۷، تالیف محمد عاشق الٰہی میرٹھی)۔

داڑھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں

فقہ حنبلیؒ کی کتاب "شرح المنتہی" اور "شرح منظومۃ الآداب" میں لکھا ہے۔

"المُعْتَمَدُ حُرْمَةُ حَلْقِهَا معتبر قول یہی ہے کہ داڑھی منڈانا

وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ بِالْحُرْمَةِ وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا كَصَاحِبِ الْاِنْصَافِ" (حوالہ مذکور)

حرام ہے اور بعض علماء مثلاً "مؤلف الانصاف" نے حرمت کی تصریح کی ہے اور اس میں کسی کا خلاف نقل نہیں کیا (حوالہ مذکور)

داڑھی منڈانے کا حکم امام مالکؒ کے مذہب میں

فقہ مالکی کی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" میں لکھا ہے

"مَذْهَبُ السَّادَاتِ الْمَالِكِيَّةِ حُرْمَةُ حَلْقِ اللِّحْيَةِ الخ (حوالہ مذکور)

حضرات مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے (حوالہ مذکور)

فقہاء احناف کے عظیم محدث اور فقیہ علامہ ابن الہمام نے اجماع کا جو دعویٰ کیا تھا کہ داڑھی منڈانے اور کتروانے کو کسی ایک نے بھی جائز قرار نہیں دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کا داڑھی منڈانے کی حرمت پر اتفاق علامہ فتح القدیر کے دعویٰ کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

داڑھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دو سزائیں

گذشتہ صفحات میں ناقابلِ انکار دلائل سے ثابت ہوا کہ مٹھی بھر داڑھی رکھنا مرد کے لیے واجب ہے اور اس مقدار سے کم کرنا یا منڈانا حرام ہے اور فقہاء اور اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ قصداً واجب کا ارتکاب کرنیوالا اور حرام کا ارتکاب کرنیوالا شریعتِ اسلامی کی رو سے دنیا میں فاسق ہے اور قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوگا۔

علامہ سرخسیؒ اصول میں لکھتے ہیں:۔

"والواجبُ، یستحقُّ بفعلِہ الثوابَ ویستحقُّ بترکہ العقابَ" (اصول سرخسیؒ ص۱۱۷ ج۱)

واجب کے کرنے پر انسان ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کے ترک پر عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے (اصولِ سرخسیؒ ص۱۱۷ ج۱)

"والکافرُ رأسُ الفسّاقِ فی الحقیقۃِ الّا انّہ اُختصّ باسمٍ ھو اعظمُ فی الذمِّ فاسمُ الفاسقِ عندَ الاِطلاقِ یتناولُ المؤمنَ العاصیَ باعتبارِ اعمالِہ (اصول سرخسیؒ ص۱۱۱ ج۱)۔

حقیقت میں تو کافر تمام فساق کا سرغنہ ہوتا ہے مگر چونکہ اس کا نام کافر رکھا گیا ہے جو کہ برائی کے اظہار میں فاسق سے بڑھ کر ہے اس لیے فاسق کا نام جب بھی مطلق ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد وہ مومن ہوتا ہے جو کہ باعتبارِ عمل عاصی اور گناہگار ہوتا ہے۔

(اصولِ سرخسیؒ ص۱۱۱ ج۱)۔

توضیح:۔

شریعت میں لازم اعمال دو قسم کے ہیں، ایک قسم دِل کے اعمال ہیں یعنی افعالِ قلب جس کو عقیدہ، یقین اور ایمان کہا جاتا ہے اس کو بجالانے والے کو مومن اور مطیع کہا جاتا ہے اور اس کے تارک کو کافر اور عاصی کہا جاتا ہے۔

ثانی قسم:۔

دِل کے سوا دوسرے اعضاء کے اعمال ہیں ان اعمال کی بجالانے والا، مطیع، متقی اور مستحق ثواب ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے دِل کا عمل یعنی عقیدہ اور ایمان درست ہو اور ان اعمال کا تارک مومن ہونے کے ساتھ فاسق اور عاصی و گناہگار ہوتا ہے۔ چونکہ داڑھی منڈانے والا یا کترانے والا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک ایسے عمل کو بلا عذر ترک کرتا ہے۔ جسے شریعت نے لازم قرار دیا ہے لہٰذا ایسا شخص باتفاق ائمہ اور فقہاء فاسق ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر داڑھی تواتر سے ثابت ہے۔

جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس داڑھی کا ثبوت ہے تو اس کا ثبوت یقیناً تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک زندگی بھر ایک مشت سے کبھی حالت میں کم نہیں ہوئی ہے۔ ایسے مواقع پیش آچکے ہیں کہ نیند، نسیان، سہو، یا دشمنوں کے شدید یلغار کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کا فوت ہونا، یا اس میں کمی بیشی آنے تک کی نوبت آ پہنچی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں ایسی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے داڑھی منڈائی ہو یا کتروائی ہو نہ کسی عذر کی بنا پر اور نہ ہی امت کی تعلیم کی خاطر عقل سلیم رکھنے والے اس سلسلے سے ایک پورا دفتر اور کتاب پڑھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو چاہا کہ عین فرض نماز کے وقت میں آپ کے پیغمبر سے یکے بعد دیگرے کئی نمازیں فوت ہو کر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوں یا نمازوں کی فرض رکعات میں سہواً کمی بیشی ہو کر مقتدی یاد دلادیں، یا نیند کے غلبہ

سے نماز فوت ہوتا کہ امت کے لیے تعلیم ہو کہ نماز فوت بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی قضاء بھی کی جا سکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے چہرۂ انور کے داڑھی کے بالوں کی زندگی بھر ایسی حفاظت کی کہ نہ سہو خطا اور نسیان کی سبب اور نہ کسی مجبوری کے باعث آپ کے ریش مبارک کو کوئی گزند پہنچی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنی پیغمبر کی وساطت سے اپنے بندوں کو کسی عذر کے پیش نظر داڑھی منڈانے یا کتروانے اور پھر اس کی تلافی اور کفارہ دینے کی تعلیم دلائی جائے۔

منکرین نبوت نے حضور علیہ السلام کی کئی تعلیمات بلکہ آپ کی نبوت میں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ کی قبضہ بھر داڑھی کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے اور یہی ہے تواتر معنوی۔

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عملی اجماع

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک قبضہ سے داڑھی کم نہ کرنے پر عملاً اجماع ہے کسی ایک صحابی سے ثابت

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس نے قولاً یا عملاً، قصداً اس اجماع کی خلاف ورزی کی ہو، صحیح العقیدہ مسلمان تو کیا کسی بھی دشمن اسلام یا دشمن صحابہؓ نے آج تک یہ جرأت نہیں کی ہے کہ اس نے کسی صحابی پہ داڑھی منڈانے یا کترِوانے کا الزام عائد کیا ہو۔

اس اجماع اور مذکورہ تواتر سے یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زندگی بھر نہ تو عملاً ایک مشت سے داڑھی کو کم کیا۔ اور نہ کسی نے ایسا کرنے کے جواز کا قول کیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:-

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (بحوالہ اصول سرخسیؒ)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں تمہارے اوپر لازم ہے کہ میرے طریقے اور خلفاء راشدین کے طریقوں کی پیروی کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

توضیح:- پچھلی بحث و تمحیص سے کم از کم اتنی بات روزِ روشن کی طرح

قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاحیات خود بھی قبضہ بھر داڑھیاں رکھی ہیں اور دوسروں کو بھی داڑھیاں رکھنے کا حکم دیتے رہے ہیں

نیز امتِ مسلمہ کے آئمہ عظام، اولیاء کرام صوفیائے عظام اور صالح مومنین کا فعلاً اور قولاً یہی معمول رہا ہے۔

لہٰذا داڑھی منڈانا یا کترِوانا، بلاشبہ ایک ایسا گستاخانہ عمل اور ہے کہ جس میں برملا اور جان بوجھ کر حضور علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور جملہ اہل اللہ اور مومنین صالحین کے طریقِ مستقیم سے منہ پھیرنے کی جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

رسولِ خدا کی مخالفت اور صحابہ کرام کی راہ سے منہ پھیرنے کا نتیجہ

اس گستاخانہ عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دو ٹوک الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے باوجود اس کے کہ اس پہ راہِ ہدایت

(c) ketabton.com: The Digital Library

لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ واضح ہو چکی تھا اور وہ مومنین کے
سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے
تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ اسی طرف دھکیل دیں گے جدھر وہ
وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ
(النسآء، پ۵، آیت ۱۱۵) میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا
ہے (پارہ ۵ سورۃ النسآء آیت ۱۱۵)

تشریح:-

پیغمبرِ خداؐ اور آپ کے صحابہ کی ایسی سنّت اور طریقہ کی قصداً مخالفت کرنا جس کا ثبوت تواتر اور اجماع سے ہو چکا ہو اور یہ بھی واضح ہو چکا ہو کہ اس فعل و عمل کو نہ تو حضور علیہ السلام اور نہ ہی کسی صحابی نے لمحہ بھر کے لیے ترک کیا ہے۔ ایسے گستاخ کو اللہ تعالیٰ دوہری سزا میں مبتلا کر دیتا ہے۔

پہلی سزا:- اللہ تعالیٰ ایسی مخالفانہ روش اپنانے والے کیلئے یہی گناہ یعنی حضور علیہ السلام کی مخالفت کو ایسا محبوب اور پسندیدہ بنا دیتا

کہ وہ اس پر فخر کرتا ہے نہ تو ذرا بھر اس گناہ اور مخالفانہ روش پر پشیمان اور شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے توبہ کرنے کا تصور کرتا ہے

دوسری سزا:-

اس مخالفانہ اور معاندانہ روش کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اسے جہنّم میں جھونک دیتا ہے (اعاذنا اللہ منھا)

داڑھی منڈانے کی گناہ کا ایک تباہ کن پہلو

جتنے بھی عملی گناہ ہیں ان میں اگرچہ گناہ کرنے والا گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ اور رسولِ خداؐ کی نافرمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملعون اور مغضوب علیہ کے مقام پر جا پہنچتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت اور ایمان کے فیض اور تقاضوں کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً قاتل قتل کرتے وقت، زانی زنا کرتے وقت، جھوٹ بولتے وقت، غیبت حرام خوری وغیرہ معاصی کرتے وقت، مگر پھر بھی جب ہی اس گناہ کے عمل اور ارتکاب سے فارغ ہو کر بازار میں گھومتا پھرتا ہے۔ مسجد میں جا کر عبادت کرتا ہے، حج بیت اللہ کرتا ہے، روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

(c) ketabton.com: The Digital Library

پر حاضری دیتا ہے، اٹھتا ہے بیٹھتا ہے۔ سوتا ہے یا جاگتا ہے۔ ہر حالت میں مذکورہ گناہ گار پہ کئے ہوئے گناہ کا کوئی ایسا عملی داغ وغیرہ نہیں جس کے نتیجہ میں وہ بے گناہ اور معصوم لوگوں سے ممتاز ہو، یا اس کی شکل وصورت حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مخالفت اور بغاوت کی گواہی دیتی ہو۔

مگر اس کے برعکس داڑھی منڈانا اور کتروانا وہ منحوس ترین گناہ ہے جس سے کسی بھی زمان اور مکان میں اور کسی بھی حال میں چھٹکارہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ مسجد میں عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو بھی آپ کی صورت عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی معصیت، بغاوت اور رسولِ خدا کی نافرمانی کی واضح گواہی دیتی ہے۔

آپ افعالِ حج میں مصروف ہیں یا روضۂ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں سوتے ہیں اٹھتے ہیں غرض ہر لمحہ اور ہر سیکنڈ میں داڑھی منڈانے کی گناہ اور جملہ انبیاءؑ اور مومنین صالحین کی صورت سے بغاوت کرنے کا علم لیے پھرتے ہیں۔

اور یہی داڑھی منڈانے اور کتروانے کا وہ تباہ کن پہلو ہے جو شاید دیگر عملی گناہوں میں نہیں ہے۔

چند شبہات اور ان کے جوابات

انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ کسی جرم اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا ضمیر اسے اندر ہی اندر سے ملامت کرتا ہے مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے دور از کار عذر و اعذار حیلے بہانے اور مختلف تاویلات کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے۔

یہی حال داڑھی منڈانے اور کتروانے والوں کی ہے۔ لہذا ان کے چند عام اور مشہور شبہات، سوالات اور ان کا ازالہ اور جوابات ناظرین کے علم میں لانا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ بلکہ داڑھی کے مسئلے کی اہمیت سمجھنے میں مد اور معاون ہوں گے۔

(سوال) حضور علیہ السلام نے داڑھی بطور عادت رکھی تھی

یہ بات تو مسلّم اور یقیناً ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے جملہ صحابۂ کرام قبضہ بھر (چار انگشت) داڑھی رکھتے تھے اور زندگی بھر

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہ تو حضور علیہ السّلام اور نہ ہی کسی صحابی نے داڑھی منڈائی ہے اور نہ ہی ایک قبضہ سے کم کی ہے۔ مگر حضور علیہ السّلام اور آپ کے صحابہؓ نے اُس وقت کی عرب قوم کے رواج اور عادت کے مطابق ایسا کیا ہے۔ جیسے کہ آپ کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، لباس اور عربی بولنا وغیرہ اقوال و افعال، حرکات و سکنات۔ یہ سب چیزیں آپ کی سنت اور طریقہ ہیں مگر بطور عادت ہیں نہ کہ بطور دین اور عبادت۔ لہٰذا اِن چیزوں میں اگر کوئی شخص حضور علیہ السّلام کی پیروی کرے تو بھی جائز ہے اور اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

مثلاً کوئی شخص حضور علیہ السّلام کے وضع قطع کے مطابق لباس پہنے کھانا کھائے، اسلحہ زیب تن کرے (تلوار، ڈھال، نیزہ وغیرہ اور تیر و کمان) آپ جیسے اٹھے بیٹھے، چلے پھرے وغیرہ۔ عادی امور میں چاہے پیروی کرے چاہے نہ کرے اِس لیے کہ سب سنن زوائد (زائد سُنتیں ہیں) جیسے کہ آپ نفل اور مباح بھی کہہ سکتے ہیں۔

البتہ جو چیزیں، افعال اور اقوال حضور علیہ السّلام نے بطور دین اور عبادت کیے ہیں یعنی اِن کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر (وحی جلی وحی خفی)

کے تحت کیے ہیں اور وہ حضور علیہ السّلام کی خصوصیات میں سے نہ ہو تو بیشک ان کا کرنا ہر اُمتی پر لازم ہے اور باعثِ ثواب ہے اور اِس کا نہ کرنا حرام اور باعثِ عذاب و مؤاخذہ ہے اور ایسے امور کو سُنن ھُدیٰ کہا جاتا ہے جیسے پنجگانہ نماز، روزہ وغیرہ فرائض۔ واجبات جیسے نمازِ عید۔ قربانی وغیرہ سُنّت مؤکدہ جیسے اذان، اقامت اور نماز باجماعت وغیرہ

خلاصۂ سوال یہ ہے کہ قبضہ بھر داڑھی یقیناً حضور ؑ نے رکھا ہے مگر حضور علیہ السّلام نے بطور عادت رکھا ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ لہٰذا چاہے کوئی ایک قبضہ (مٹھی بھر) داڑھی رکھے، کوئی کتروا کر چھوٹی و خشخشی داڑھی رکھے اور کوئی اِس پر استرا پھیر کر منڈالے سب جائز ہیں۔

(جواب) :-

مذکورہ سوال میں تین دعوے کیے گئے ہیں جو کہ یہ ہے :-

۱۔ مشرکین کی عادت، رسم و رواج تھے کہ وہ لمبی داڑھیاں رکھتے تھے۔ وہ نہ تو داڑھی منڈاتے تھے اور نہ کترواتے تھے۔ مشرکین عرب کا یہ رواج ایسا اجتماعی تھا جیسے عربی بولنا، مخصوص کھانا اور لباس

(c) ketabton.com: The Digital Library

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا — ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ — حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "
قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ — مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو
وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ" — بڑھاؤ، اور مونچھوں کو کترواؤ۔"
(بخاری، مسلم احمد، بحوالہ اللباس — (بخاری، مسلم، احمد، بحوالہ اللباس
والزینۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ — والزینۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۲۱۲)
صفحہ ۲۱۲)۔

وضاحت:-

بخاری شریف اور مسلم شریف کی مذکورہ دو صحیح احادیث اس بات کی ناقابل انکار دلیل ہیں کہ مشرکین مکہ اور مشرکین عرب کی عادت رسم و رواج ہرگز یہ نہ تھے کہ وہ داڑھیوں کو بڑھائے رکھتے تھے اور تاریخ کی بھی یہی گواہی ہے۔

البتہ مشرکین عرب میں ایسے لوگ تھے جو داڑھیوں کو بڑھاتے تھے مگر ان کا یہ عمل عرب کے مشرکانہ رسم و رواج کے تحت ہرگز نہ تھا۔

استعمال کرنا۔

یہ دعویٰ شرعی اور تاریخی لحاظ سے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

پچھلے صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جہاں داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے وہاں آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں بات بٹھانے کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ داڑھی منڈانا یا کتروانا مشرکین عرب کا ایک مشرکانہ رواج ہے لہذا اس کی مخالفت کرنا لازم ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ — حضرت نافع حضرت ابن عمر سے اور
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — ابن عمر رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام
قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَ — سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
فِّرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ" — "مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو
(بخاری، بحوالہ فتح الباری ج ۱۵ — بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔"
صفحہ ۳۴۸) — (بخاری شریف)
(بحوالہ فتح الباری، جزء ۱۵ ص ۳۴۸)

آپ کو پیروانِ دینِ ابراہیمی علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسّلام سمجھتے تھے اور بڑے
دھوم دھام سے اِس کے دعویدار تھے۔ اِسی کے نتیجہ میں وہ افعال حج،
قربانی، بیت اللہ شریف کا طواف اور بیت اللہ کو عبادات میں قبلہ بنانا،
ختنہ کرنا وغیرہ افعال و اقوال ابراہیمی کا اپنے زعم میں سختی سے پابندی کرتے
تھے اگرچہ انھوں نے ہر ایک سُنّتِ ابراہیمی میں شرک مِلا دیا تھا تاہم اِن کا
اصل دینِ حنفی اور شریعتِ ابراہیمی تھا۔

اِسی طرح مشرکینِ مکہ میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو دین دار سمجھتے
تھے وہ داڑھیاں رکھتے تھے مگر اِس لیے نہیں کہ یہ عرب مشرکین کی عادت
تھی بلکہ اِس لیے کہ داڑھی بڑھانا سنّتِ ابراہیم اور شریعت ابراہیمی علیٰ
صاحبہا السّلام کا ایک شرعی حکم ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے عرب مشرکین کے مشرکانہ رواج
کے تحت داڑھی نہیں رکھی، جبکہ یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح

ہے کہ انبیاء علیہم السّلام قوموں کے مشرکانہ اور کافرانہ رسم و رواج کے
مٹانے کے لیے تشریف لائے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ کسی نبی نے اپنی سنّت اور
طریقہ کی اساس مشرکین کے رسم و رواج پر رکھی ہے یہ اتنی گستاخانہ اور
خطرناک دعویٰ ہے کہ اگر اِس سے تسلیم کیا جائے تو جملہ انبیاء اور رُسُل
علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کی ضرورت ہی سِرے سے ختم ہو کر رہ جائے
گی۔ ع تو خود حدیث مفصّل بخواں ازیں مجمل

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السّلام نے داڑھی اپنی ذاتی پسند اور عادت
مبارک کے پیشِ نظر رکھی ہے کسی حکمِ خداوندی اور شرعی احکامات کے تحت
نہیں رکھی ہے۔ تو ایسا سمجھنا بھی غلط اور باطل ہے۔

یحییٰ بن کثیر سے منقول ہے کہ حضور علیہ — " اخرج الحارث بن ابی
السّلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے — اسامۃ عن یحییٰ بن کثیر قال
مجھے حکم دیا کہ میں داڑھی کو بڑھاؤں — قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ
اور مونچھیں کترواؤں " (اللباس — وسلّم اِنّ اللہ امرنی اَن
والزینۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، — اُوفِر لحیتی واُحفی شاربی "

(c) ketabton.com: The Digital Library

(اللباس والزینۃ فی الشریعۃ (ص۱۳۲)

الاسلامیـــۃ ص۱۳۲).

طبقات ابنِ سعد میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

"اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِاِعْفَاءِ لِحْیَتِیْ وَقَصِّ شَوَارِبِیْ". (داڑھی) "مجھے اپنی داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترانے کا حکم میرے رب نے دیا ہے"، (داڑھی کی قدر و قیمت ص۳۶، تالیف مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی) کی قدر و قیمت ص۳۶، تالیف علامہ محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

غور کا مقام ہے کہ اگر داڑھی رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا بلکہ حضور علیہ السلام کی اپنی ذاتی پسند اور عادت ہوتی تو آپ اپنی امت کو داڑھی بڑھانے کا اتنی تاکید کے ساتھ کیوں حکم دیتے حالانکہ حضور علیہ السلام نے کہیں بھی امت کو حکم نہیں دیا کہ تم پر میری ذاتی عادات کی پیروی لازم ہے، مثلاً یہ کہ راہ چلتے وقت میری چلنے کی پیروی کرو، یا بات کرنے ہنسنے اور دیکھنے، اٹھنے بیٹھنے، لباس پہننے اتارنے اور گھریلو زندگی کے

معمولات دنیوی وغیرہ میں میری روش اپنانا تم پر لازم ہے۔ اگرچہ کسی عاشقِ رسول کو ایسا کرنے میں عظیم برکات اور انوار کا حصول یقینی ہے مگر پھر بھی یہ ایسے شرعی احکامات اور لوازمات ہرگز نہیں جیسا کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا۔

(سوال) داڑھی رکھنا سُنّت ہے، واجب نہیں ہے۔

داڑھی رکھنا سُنّت ہی تو ہے اور سنت ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ ہر خاص و عام اسے پیغمبر کی سُنّت کا نام دیتا ہے یا اسے مسنون داڑھی سے تعبیر کرتا ہے، لہٰذا قبضہ بھر داڑھی رکھنا اگر شرعی حکم بھی ہے تو بھی کوئی لازم اَمر نہیں ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ کبیرہ ہو۔

(الجواب):-

بہت سے لوگوں کو یہی مغالطہ ہے کہ داڑھی کے سُنّت ہونے سے مراد وہ سنّت مراد ہے جو کہ فقہاء نے مشروعات کی درجہ بندی کرتے وقت فرض اور واجب کے بالمقابل ذکر کیا ہے جو کہ اس طرح ہے کہ مشروعات چار قسم ہیں۔ ۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ سنت ۴۔ نفل

(c) ketabton.com: The Digital Library

یا مستحب۔ حالانکہ داڑھی کے سنت ہونے کا یہ معنی اور مفہوم نہیں ہے۔

سنت، کا مفہوم اور مطلب :-

سنت کا لفظ جب مطلق ذکر ہو یعنی واجب یا نفل اور مستحب کے بالمقابل ذکر نہ ہو تو اگر سنت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، مثلاً

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۝ اور ہماری عادت اور دستور میں تم تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

(پ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۷۷)

(پ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۷۷)

تو ایسے موقعوں پر سنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ عادت جاریہ ہے جو اقوام عالم اور کائنات کے متعلق جاری وساری ہے۔

علامہ آلوسیؒ سُنۃ اللہ کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"وَالْمُرَادُ عَادَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِيْهِمْ ۝ (روح المعانی جزء ۱۴، ص۱۹ء" سنۃ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ عادت جاریہ ہے جو کہ انبیاءؑ کے مخالفین کے ساتھ جاری ہے۔

(روحُ المعانی ص۱۹ جزء ۱۴۔)

علامہ قاضی زین العابدینؒ لکھتے ہیں۔ سُنَّۃُ اللّٰہِ، سے مراد اللہ کا دستور حکمت اور قانون قدرت ہوتا ہے (قاموس القرآن، ص۲۸۶)

علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں :-

وَسُنَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰی قَدْ تُقَالُ لِطَرِیْقَةِ حِکْمَتِهٖ وَطَرِیْقَةِ طَاعَتِهٖ (المفردات ص۲۴۵) سنۃ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکمت کا طریقہ کار ہے۔ (مفردات راغب ص۲۴۵)

اور لفظ سنت کی نسبت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو مثلاً "سُنَّةُ النَّبِی، یا سُنَّتُ الرسول، یا سُنَنُ الانبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ و السلام۔

یا، لفظ سنت کا ذکر بغیر کسی نسبت اور اضافت کے ہو جیسے کہ عام طور پر اسلامی نظام اور اسلامی شریعت اور قانون کے لیے کہا جاتا ہے "قرآن اور سُنَّت، کا نظام اور قانون یا جیسے کہ امتِ مسلمہ کے لیے لقب ہے "اَھْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔" یا جیسے کہ کہا جاتا ہے "مسنون دعائیں" "مسنون داڑھی" وغیرہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

تو یہاں سُنَّۃ اور مسنون سے مراد ہے حضور علیہ السّلام کا وہ طریقہ جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کی گئی اور آپ نے اختیاری طور پر بطور دین اور عبادت اِسے تاحیات معمول بنائے رکھا اِسی سنت اور طریقہ نبوی کو شریعت اور طریقت بھی کہا جاتا ہے

علامہ مُلّا علی قاری باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے تحت لکھتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّۃِ هُنَا اَقْوَالُهٗ یہاں سنت سے مراد ہے حضور علیہ السّلام وَاَفْعَالُهٗ وَاَحْوَالُهٗ الْمُعَبَّرُ کے اقوال، افعال اور احوال جو بے عَنْهَا بِالشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ شریعت طریقت اور حقیقت کے وَالْحَقِیْقَۃِ (مرقاۃ ج ۱ صـ۲۱۴) ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(مرقات ج ۱ صـ ۲۱۴)۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتا ہے۔

وَسُنَّۃُ النَّبِیِّ طَرِیْقَتُهُ الَّتِیْ سنۃ النبی سے مراد ہے آپ کا وہ یَتَحَرَّاهَا (المفردات صـ۲۴۵) وہ طریقہ، دین جسے آپ بڑی جستجو

کے ساتھ اپنائے ہوئے تھے لمفردات صـ۲۱۴)

جناب المجتہد فی المسائل علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:۔

وَاَمَّا السُّنَّۃُ فَهِیَ الطَّرِیْقَۃُ سنت سے مراد ہے دینِ اسلام الْمَسْلُوْکَۃُ فِی الدِّیْنِ ۰ کا وہ طریقہ جسے حضور علیہ السّلام اپنائے (اصول السرخسیؒ ج ۱ صـ۱۱۳) رکھتے تھے۔ (اصول السرخسیؒ ج ۱ صـ۱۱۳)

قاضی زین العابدین لکھتے ہیں کہ "سُنَّۃُ النَّبِیِّ سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا رہے، حدیث کو سنۃ اِس وجہ سے کہتے ہیں کہ اِس سے اِس طریقہ کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ (قاموس القرآن صـ۲۸٦)

حاصل کلام :۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضور علیہ السّلام پر نازل شدہ دینِ اسلام اور اِس کے وہ جملہ احکامات جسے آپ نے زندگی میں معمول بنایا تھا اِس کو سنت کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ احکامات فرائض اور واجبات کے زمرے میں سے ہوں یا مستحبات ہوں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دین اسلام کے احکامات میں درجہ بندی

سُنّۃ الرسول، یا۔ بالفاظ دیگر دین اسلام کے احکامات میں درجہ بندی، یعنی یہ کہ فلاں کام فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ، واجب ہے یا سنت مؤکدہ، سُنّتِ زائدہ ہے یا نفل اور مستحب اور فلاں کام کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اِس درجہ بندی کی تفصیل اصولِ فقہ میں بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

اصولِ شرع اور اصولِ فقہ کی رو سے یہ امر ثابت شدہ اور مسلّم ہے کہ حضور علیہ السّلام نے جس کام کے کرنے کا حکم اور اَمر کیا ہے اِس کا کرنا واجب ہے اور جس کام کے کرنے سے نہی اور منع فرمایا ہو اِس کا کرنا حرام ہے بشرطیکہ وجوب اور حرمت کے خلاف شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ اِس کا تفصیل آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے داڑھی چھوڑنے اور مونچھیں کتروانے کا تاکید کے ساتھ حکم اور اَمر صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا سُنّۃ الرّسول کی درجہ بندی میں قبضہ بھر داڑھی رکھنا اور مونچھیں کتروانے کا درجہ فرضِ عملی اور وجوب کا ہے نہ کہ سنّت کا جیسے کہ عام طور

پر مشہور ہے۔

محدّث دہلوی شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں

"واگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است وآنکہ آں را سنّت گویند بمعنی طریقۂ مسنون کہ در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنّت است چنانچہ نمازِ عید را سنّت گفتہ اند" (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸)	داڑھی کا بقدر ایک قبضہ چھوڑنا واجب ہے۔ رہی یہ بات کہ اِسے سنّت کا نام جو دیا جاتا ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السّلام کا وہ طریقہ جو دین کے بارے میں آپ کا معمول تھا، یا اِس وجہ سے کہ داڑھی رکھنے کا ثبوت قرآن سے نہیں بلکہ سنّت سے ہے۔ جیسے کہ نمازِ عید کو سنّت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸)

صحابۂ کرام نے جب حضور علیہ السّلام سے اُضحیّۃ (قربانی) کے بارے میں ایک سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:۔

"سُنَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ" قربانی کرنا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ دیکھئے یہاں حضور علیہ السلام نے قربانی کو سنّت کا نام دیا حالانکہ ہر مسلمان غنی پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ" نکاح کرنا میری سُنّت ہے پس جس نے میری سنّت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

وضاحت:۔ دیکھئے یہاں نکاح کو مطلقاً سنّت فرمایا، حالانکہ بعض اوقات مسلمان کے لیے نکاح کرنا فرضِ عین ہوتا ہے، بعض اوقات واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات سنّت اور بعض اوقات نکاح کرنا حرام یا مکروہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں بسط کے ساتھ ذکر ہے۔

(سوال) دو انگلیوں کے سروں میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے

کہا جاتا ہے کہ قبضہ جیسے کہ ایک مشت یعنی چار انگشت کو کہا جاتا ہے۔ مٹھی میں پکڑنے کو کہا جاتا ہے ویسے ہی دو انگلیوں کے پوروں میں پکڑنے

کو بھی کہا جاتا ہے، لہذا خشخشی داڑھی بھی ایک قبضہ داڑھی ہی ہے۔

(الجواب):۔

یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، امام لغۃ القرآن علامہ راغب اصفہانی رح اپنی شہرہ آفاق کتاب المفردات میں لکھتے ہیں۔

"اَلْقَبْضُ تَنَاوُلُ الشَّیْئِ بِجَمِیْعِ الْکَفِّ نَحْوُ قَبْضِ السَّیْفِ۔ (المفردات ص ۳۹۸)" قبض کا مطلب ہے کسی چیز کا ساری ہتھیلی اور مٹھی میں پکڑنا، جیسے کہ تلوار کا دستہ مٹھی میں پکڑنا۔

(مفردات ص ۳۹۸)

نیز حضور علیہ السلام نے "وَاَعْفُوْا اللُّحٰی" داڑھی بڑھائے رکھو، اور "وَاَرْخُوْا اللُّحٰی" داڑھی لٹکائے رکھو، کا حکم دیا ہے اگر قبضہ سے مراد اتنی داڑھی ہو جو کہ انگلیوں کے سروں سے پکڑی جا سکے تو پھر داڑھی بڑھانے اور لٹکانے والی احادیثوں کا کیا مفہوم ہوگا۔

ع خود بدلتے نہیں، اسلام بدل دیتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(c) ketabton.com: The Digital Library

داڑھی منڈانے اور کتروانے پر آج امّت کا عملی اجماع اور تعامل ہے

آج کل جملہ اسلامی ممالک بشمول عرب ممالک کے نہ صرف عوام بلکہ بیشتر خواص مثلاً قاضی صاحبان، مفتی صاحبان اور خطیب صاحبان اور اسلامی درس گاہوں کے معلمین اور متعلمین حضرات داڑھی رکھی بھی ہو تاہم وہ مسنون داڑھی، یعنی قبضہ بھر داڑھی ہرگز نہیں ہوتی ہے مسلمانوں کا یہ اجماعی عمل اِس بات کی کھلی دلیل ہے کہ قبضہ بھر داڑھی رکھنا اسلامی تعلیمات کی رو سے ضروری نہیں ہے۔

(الجواب)

اسلامی احکامات کے لیے شرعی دلائل چار ہیں اور بس ۱۔ قرآن۔ ۲۔ سُنّت ۳۔ اجماع معتبر ۴۔ قیاس مجتہد۔ دنیا بھر کے کتب خانوں اور علماءِ کرام کے علمی خزانوں کی جتنی بھی چھان بین کی جائے کہیں بھی کسی آیت قرآنی اور حدیث صحیح یا کسی صحابی یا کسی مسلّم مجتہد کے قول و عمل سے داڑھی منڈانے اور کتروانے کے جواز کے لیے ادنیٰ اور ضعیف قول بھی

پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے جس پر پچھلے صفحات میں صحابہ کرامؓ اور مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین کا اجماع اور اتفاق ایک ناقابل انکار حجت ہے رہی یہ بات کے مسلمانوں کے عوام اور بعض خواص کا عمل ہے، تو جاننا چاہیئے کہ شریعت کے نصوص اور صریح احکامات کے خلاف کسی بھی فرد، یا افراد یا اقوام خواہ وہ خواص ہو یا عوام، سرے سے کوئی وزن نہیں رکھتے ہیں چہ جائے کہ اِسے کسی اَمر کے لیے جواز یا عدم جواز کے لیے بطور دلیل پیش کیا جا سکے۔

آج کل دنیا بھر کے اقتصادی اور مالیاتی نظام میں سود، جوا، قمار بازی بُیُوعِ فَاسِدُ اور بَاطِل خَلْط مُلْط ہے اور مسلمان ممالک میں قانونی شکل کے تحت جاری و ساری ہے۔ عورت کے تقدس اور عفت کی شرعی حدود کو تنگ نظری کہہ کر رد کیا جاتا ہے۔ شرعی حدود اور قصاص کو ببانگ دھل ظالمانہ اور وحشیانہ قوانین کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کو مُلّا ازم اور بنیاد پرستی کہہ ہر اسلامی ملک کے اہم منصب داران، حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف اِس سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

برأت کے بار بار اعلانات کرتے ہیں تاکہ امریکہ اور یورپی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کر سکیں، اسلامی ممالک کے جملہ عوام اور خواص علما، طلبا، صوفیا، مشائخ عظام حکومتوں اور سیاسی پارٹیوں کے مذکورہ ضدِ اسلام روش پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں اِس طرح شرعی اور قانونی لحاظ سے عوام اور خواص ایک کشتی کے مسافر ہیں۔

پس سوال کرنے والے کے لیے چاہیئے کہ قرآن وسنّت کا بستر گول کر کے ایک طرف رکھنے کا اعلان کرے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے لوگوں کی اکثریت کی پسند اور ناپسند کو مشعلِ راہ اور جواز یا عدمِ جواز کے لیے حجّت اور دلیل قرار دینے کی ایک نئی شریعت (نیو ورلڈ آرڈر) کا اعلان کریں۔

قصہ مختصر:-

اِس قسم کے سوالات اور دلائل "عذرِ گناہ بدتراز گناہ" کے سوا کچھ بھی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک اضافی فائدہ

مسنون داڑھی رکھنے کے چند فوائد حسبِ فہم ہدیۂ ناظرین کرنے کے ساتھ داڑھی کے شرعی احکامات میں سے ایک مسئلہ داڑھی کے خضاب کا ہے جس میں علماء کا نہ صرف اختلاف سننے اور دیکھنے میں آتا ہے بلکہ اِس میں غیر ضروری غلو کا مظاہرہ بھی کبھی کبھار طرفین یعنی مانعین اور مجوزین کی طرف سے سننے میں آتا ہے لہٰذا اِس مسئلے کے متعلق بندہ کا فتویٰ جو کہ انو ظہبی سے آئے ہوئے ایک استفسار کے جواب میں لکھا گیا تھا اِسی رسالہ کے ساتھ بطورِ مزید افادۂ عام شامل کیا جاتا ہے۔

واللہ الموافق للصّواب۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

استفتاء

سوال: گزارش ہے کہ بعض علماء کرام علانیہ طور پر یہ فتویٰ لگاتے پھرتے ہیں کہ جو کوئی بالوں کو سیاہ خضاب لگاتا ہے۔ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، کیا یہ حکم صحیح ہے؟

سائل عبدالمنان کاکاخیل آف وانا، الحال ابوظہبی

الجواب: واللہ الموفق للصواب

خالص سیاہ رنگ کے بغیر جتنے بھی خضاب ہیں جیسے سُرخ سیاہی مائل، سیاہ سرخی مائل، زرد، سبز، بادامی اور خاکی وغیرہ۔

ایسے سب خضاب نہ صرف بالاتفاق جائز ہیں، بلکہ مستحب بھی ہیں البتہ خالص سیاہ خضاب میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اس کی تین صورتیں ہیں

(۱) ایک باجماع ائمۃ و مشائخ جائز ہے۔

(۲) دوسرا باجماع اُمت ناجائز ہے۔

(۳) اور تیسرے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز ہے اور

بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

پہلی صورت (۱) یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد اور غازی بوقت جہاد لگائے تاکہ دشمن پر رعب ظاہر ہو، یہ باجماع ائمۃ و اتفاق مشائخ جائز ہے۔ دیکھیئے (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ جلد ۵، صفحہ ۳۶۹) اور فتاوی شامی، کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۲۹۵ جلد ۵۔)

دوسری صورت (۲) یہ ہے کہ جہاد کے سوا کسی ایسے موقع اور محل میں جہاں فریب اور دھوکہ دینا شرعاً جائز نہ ہو کوئی انسان کسی کو دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگالے، یہ بالتفاق ناجائز ہے کیونکہ دھوکہ دینا علامات نفاق میں سے ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر اس سے کوئی کام نکالنا بالتفاق حرام ہے۔

تیسری صورت (۳) یہ ہے کہ محض زیب و زینت کے لیے سیاہ خضاب کیا جائے تاکہ بیوی کو خوش کرے اس میں اختلاف ہے جمہور اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور بعض ائمۃ اور مشائخ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (جواہر الفقہ جلد ۲، صفحہ ۴۲۷، تالیف مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم) علامہ شامی سیاہ خضاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قوله ويكره بالسواد
وقيل لا مجمع الفتاوى:
در مختار (قوله ويكره
بالسواد) اى لغير الحرب
قال فى الذخيرة أما الخضاب
بالسواد لغزو ليكون
أهيب فى عين العدو
فهو محمود بالاتفاق
وان ليزين نفسه للنساء
فمكروه وعليه عامة
المشائخ وبعضهم
جوزه بلا كراهة
روى عن ابى يوسفؒ
أنه قال كما يعجبنى أن
تتزين لى يعجبها أن
أتزين لها۔
(شامی، ج ۵، ص ۲۹۹)

اور سیاہ خضاب مکروہ ہے اور
بعض نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے
مجمع الفتاوی، درمختار اور یہ جو کہا
ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے تو یہ
اس صورت میں ہے کہ جہاد کے لئے
نہ ہو، صاحب ذخیرہ نے کہا ہے
کہ اگر مجاہد جہاد کے دوران سیاہ خضاب
لگاتا ہے تاکہ دشمن پر اس کی جوانی
کی رعب اور ہیبت مسلط ہو جائے
تو بالاتفاق باعث ثواب ہے
اور اگر عورتوں کے لیے اپنے آپ
کو خوبصورت بناتا ہے تو عام مشائخ
کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض مشائخ
نے اس صورت کو بھی بغیر کراہت کے
جائز قرار دیا ہے ابی یوسفؒ سے
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جیسے کہ
میں بیوی کی زینت و زیبائش پسند

کرتا ہوں ویسے ہی بیوی میری زینت
و زیبائش پسند کرتی ہے۔
(شامی، ج ۵، ص ۲۹۹)

علامہ سرخسیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب المبسوط میں فقہاء احناف کے اس اختلاف میں امام ابی یوسفؒ کے قول کو "اصح" یعنی زیادہ صحیح قرار دے کر مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں۔

قوله وأما من اختضب لأجل التزين للنساء والجوارى
فقد منع من ذالك بعض
العلماء رحمهم الله تعالى
والاصح أنه لا بأس
به وهو المروى عن
ابى يوسف رحمه الله
تعالى قال كما يعجبنى
أن تتزين لها الخ
(المبسوط للسرخسیؒ، جزء نمبر ۱۰
صفحہ ۱۹۹)

اور جس نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں
کے لیے زینت و زیبائش کی غرض
سے سیاہ خضاب لگایا تو بعض علماء
نے ایسا کرنے سے منع فرمایا مگر اصح
قول یہ ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہے
اور یہی روایت ہے امام ابی یوسفؒ
سے آپ نے فرمایا جیسا کہ میں اپنی بیوی
کی زینت و زیبائش کو پسند کرتا ہوں
ویسا ہی میری بیوی میری زینت و
زیبائش پسند کرتی ہے۔
(مبسوط، جزء ۱۰، ص ۱۹۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

سیاہ خضاب کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی بنیاد اور دلائل کا تجزیہ

سیاہ خضاب کو ناجائز کہنے والے فقہاء

بعض احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

حدیث ابن عباس رفعه یکون قوم یخضبون بالسواد لا یجدون ریح الجنة (فتح الباری، جزء نمبر ۱۰ صـ ۲۹۲) وحدیث جابر الذی اخرجه مسلم فی قصة ابی قحافة حدیث قال علیه السلام لما رأی رأسه کانها الثغامة بیاضا غیروا هذا و جنبوه السواد (ایضاً) وحدیث ابی الدرداء رفعه

حضرت ابن عباس رضؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ آنے والے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (فتح الباری جزء نمبر ۱۰، صـ ۲۹۲) اور حضرت جابر کی حدیث جسے مسلم نے روایت کی ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت ابی قحافہ کا سر ثغامہ جیسے سفید دیکھا تو فرمایا ان کے بالوں کو رنگ دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔ (حوالہ مذکور) اور حدیث حضرت ابو درداء جسے

من خضب بالسواد سوّد الله وجهه یوم القیامة (ایضاً)

آپ نے مرفوع کیا ہے کہ جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا منہ سیاہ کرے گا۔ (حوالہ مذکور)

الثغامة، نبات شدید البیاض زهره و ثمره (فتح الباری، جلد نمبر ۱۰، صـ ۲۹۲)

ثُغامة ایک پودا ہے جس کا پھل اور پھول بہت زیادہ سفید ہوتے ہیں۔ (فتح الباری جلد نمبر ۱۰ صـ ۲۹۲)

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے ائمہ اور مشائخ ان مذکورہ احادیث کو دلیل بناتے ہیں، لیکن باوجود اس کے مجاہد اور غازی کے لیے بوقت جہاد سیاہ خضاب کا استعمال مذکورہ ائمہ اور مشائخ بھی نہ صرف جائز بتاتے ہیں بلکہ باعث ثواب ٹھہراتے ہیں جیسے علامہ شامی اور عالمگیری وغیرہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے۔

سیاہ خضاب جائز قرار دینے والے ائمہ اور مشائخ جلیل القدر صحابہ عظام، مشہور تابعین، تبع تابعین قضاۃ اور مفتیان کرام کے قول و عمل سے اور بعض احادیث اور آیات سے اور مفسرین اور محدثین کے تشریحات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزی اپنی شہرہ آفاق کتاب زادالمعاد میں یوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

تحریر فرماتے ہیں۔

فقد صح عن الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: انہما کانا یختضبان بالسواد ذکر ذالک ابن جریر عنہما فی کتاب (تہذیب الآثار) وذکرہ عن عثمان بن عفان، وعبد اللہ بن جعفر، وسعد بن ابی وقاص وعقبۃ بن عامر، والمغیرۃ بن شعبہ، وجریر بن عبد اللہ، وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین، وحکاہ عن جماعۃ من التابعین منہم عمرو بن عثمان، وعلی بن عبد اللہ بن عباس، وأبو سلمۃ بن عبد الرحمن، و عبد الرحمن بن الاسود، و موسیٰ بن طلحۃ، والزہری وایوب، اسمٰعیل بن معد یکرب رضی اللہ عنہم اجمعین، وحکاہ ابن الجوزی عن محارب بن دثار، ویزید وابن جریج، وأبی یوسف وأبی اسحٰق، وابن أبی لیلیٰ وزیاد بن علاقۃ وغیلان بن جامع، ونافع بن جبیر وعمرو بن علی المقدمی والقاسم بن سلام رضی اللہ عنہم اجمعین

(زاد المعاد، جلد ثالث، حرف الکاف، صـ ۲۱۹)

ابن جریر نے اپنی کتاب (تہذیب الآثار) میں لکھا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عقبۃ بن عامر، حضرت مغیرۃ بن شعبۃ، حضرت جریر بن عبد اللہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین، بھی سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور تابعین کی ایک جماعت سے سیاہ خضاب لگانا نقل کیا ہے جن میں سے عمرو بن عثمان، علی بن عبد اللہ بن عباس ابو سلمۃ بن عبد الرحمن، عبد الرحمن بن الاسود، موسیٰ بن طلحۃ، ابن شہاب الزہری، ایوب اور اسمٰعیل بن معدیکرب رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں اور ابن الجوزی نے حضرت محارب بن دثار اور یزید ابن جریج حضرت ابو یوسف، حضرت ابو اسحٰق، اور ابن ابی لیلیٰ زیاد بن علاقۃ، غیلان بن جامع حضرت نافع بن جبیر، عمرو بن علی المقدمی، اور قاسم بن سلام رضی اللہ عنہم اجمعین سے سیاہ خضاب لگانا نقل کیا ہے۔

(زاد المعاد، جلد ۳، حرف الکاف الکتم، صـ ۲۱۹)

علامہ ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں سیاہ خضاب

(c) ketabton.com: The Digital Library

پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی علیہ السلام ان الیھود والنصاری لا یصبغون فخالفوھم (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ بالوں کو خضاب نہیں دیتے ہیں پس تم ان کی مخالفت کرو۔ (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)

وفی الکبیر حدیث عتبۃ بن عبد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بتغییر الشعر مخالفۃ للأعاجم وقد تمسک بہ من اجاز الخضاب بالسواد وقد تقدمت مسئلۃ استثناء الخضب بالسواد لحدیثی جابر و ابن عباس (الی ان قال) وقد رخص

اور الکبیر میں عتبہ بن عبد کی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام بالوں کا رنگ تبدیل کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے تاکہ اہل فارس و روم یعنی غیر عرب کی مخالفت ہو سکے اور اس بات کو دلیل بنایا ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے سیاہ خضاب لگانے کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت جابر اور ابن عباس سے مروی عدم جواز کی دو حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں۔ آگے جا کر فرمایا اور تحقیق سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے

فیہ طائفۃ من السلف منھم سعد بن أبی وقاص و عقبۃ بن عامر والحسن والحسین وجریر و غیر واحد و اختارہ ابن أبی عاصم فی کتاب الخضاب لہ۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

صحابہ کی ایک جماعت نے جن میں سے سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر حسن اور حسین، جریر اور بہت سے صحابہ ہیں اور ابن أبی عاصم نے اپنی تصنیف و کتاب الخضاب میں جواز کو اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۹۲)

حضرت حسین خالص سیاہ وسمہ لگایا کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں۔

وقال ابن جریج: سمعت عمر بن عطاء: قال رأیت الحسین بن علی یصبغ بالوسمۃ، أما ھو فکان ابن ستین سنۃ، وکان رأسہ ولحیتہ شدیدی السواد

ابن جریج کہتا ہے کہ میں نے عمر بن عطا سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میں حسین بن علی کو خود دیکھا کہ سیاہ وسمہ لگاتے۔ اس وقت وہ ساٹھ کے پیٹے میں تھے، مگر ان کے سر اور داڑھی کے بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(البداية والنهاية، جزء ۸، صـ ۱۵۰)

(البدایة، جلد ۸، صـ ۱۵۰)

والوسمة تجعل الشعر سود فاحما، (زاد المعاد، ج ۳، حرف الواو، صـ ۲۱۸)

وسمہ بالوں کو خالص سیاہ کر دیتا ہے (زاد المعاد، ج ۳، حرف الواو صـ ۲۱۸)

امام ابن شہاب الزہری کا عملی فتویٰ

عن ابن شہاب قال كنا نختضب بالسواد اذا كان الوجه جديدا فلما نغض الوجه والاسنان تركناه.

(فتح الباری ج ۱۰، صـ ۲۹۲)

حضرت ابن شہاب الزہریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے جب تک ہمارے چہرے میں تازگی تھی اور جب چہرے پر بڑھاپے سے بل پڑ گئے اور دانت ہلنے لگے تو ہم نے سیاہ خضاب چھوڑ دی۔

(فتح الباری، ج ۱۰، صـ ۲۹۲)

ابن شہاب الزهری احد الفقهاء والمحدثين والعلماء الاعلام من

حضرت ابن شہاب زہری چوٹی کے فقہاء اور محدثین اور علماء نامدار میں سے تھے آپ تابعی تھے مدینہ منورہ

التابعين بالمدينة المشار اليه في فنون علوم الشريعة سمع نفراً من الصحابة روى عنه خلق كثير منهم قتادة ومالك بن انس، وقال عمر بن عبد العزيز لا اعلم احدا اعلم بسنة ماضية منه، قيل لمكحول من اعلم من رأيت؟ قال ابن شهاب، قيل له ثم من قال ابن شهاب، قيل ثم من؟ قال ابن شهاب (اكمال في اسماء الرجال لصاحب المشكوٰة شيخ ولي الدين)

میں تمام فنون اور علوم شریعت میں نگاہیں آپ کی طرف اٹھتیں، اپنے کئی صحابہ سے علوم سیکھیں۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے احادیث نقل کی ہیں، جن میں سے حضرت قتادہ اور امام مالکؒ بھی ہیں، عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں علوم الحدیث میں زہری سے زیادہ عالم نہیں جانتا ہوں، حضرت مکحول سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا ابن شہاب سائل نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال دوہرایا، آپ نے ہر بار یہی جواب دیا۔

(کمال فی اسماء الرجال)

(c) ketabton.com: The Digital Library

زینت و زیبائش میں اصل اباحت ہے

یہود اور نصاریٰ نے ان کے خود ساختہ رہبانیت کو دین سمجھا تھا اس لیے ہر زینت و زیبائش، ناز و نعمت، حسن و جمال اور عیش و عشرت کو دینداری اور خدا پرستی کے منافی اور ناجائز سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ یہود اور نصاریٰ سفید بالوں کو سفید رکھنا عبادت اور دینداری سمجھتے تھے اور بالوں کو ہر قسم کا خضاب دینا گمراہی اور بے دینی سمجھتے تھے اسی راہبانہ نظریئے کی تردید کے لیے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ط (پ ۸، سع ۷، ص ۳۱)

کہہ دو (اے پیغمبر) اللہ کی زینت کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں حرام کیں، کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں دراصل ایمان والوں کے لئے ہیں (کفار طفیلی ہیں) قیامت کے دن خالص مومنین ہی کے لیے ہو جائیں گی (سورہ اعراف، پارہ ۷، ۱ ص ۳۱)

علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

قوله واستدل بالآية على ان الأصل في المطاعم والملابس وانواع التجملات الاباحة لأن الاستفهام في "من" لانكار تحريمها على ابلغ وجه الى ان قال والحق ان كل مالم يقم الدليل على حرمته داخل في هذه الزينة لاتوقف في استعماله مالم يكن فيه نحو مخيلة (روح المعانی، جزء ۸ ص ۱۱۱)

یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے پینے، پہننے اور جملہ زیب و زینت کی چیزوں میں اصل اباحت ہے اس لیے کہ اس آیت میں ان چیزوں کی ممانعت کا سختی سے انکار ہے۔ آگے فرماتے ہیں حق بات یہ ہے کہ تاوقتیکہ کسی چیز کی حرمت پر شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے تب تک تمام چیزوں اسی زینت میں داخل ہیں یعنی جائز ہیں اس کے استعمال میں ذرہ بھر تامل نہ کی جائے جب تک اس میں تکبیر نہ ہو۔ (روح المعانی، جزء ۸ ص ۱۱۱)

یہ ہے فریقین کے دلائل کا ایک اجمالی خاکہ، چونکہ بظاہر ان دو طرفہ دلائل میں تعارض ہے اس لیے فریقین نے ان میں تطبیق کی جو راہ اختیار کی ہے اور ایک دوسرے کے دلائل کے جو جوابات دیئے ہیں وہ حسبِ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ذیل ہے۔

فریقین کی دلائل میں تطبیق

سیاہ خضاب کو ناجائز بتلانے والے حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مرفوع احادیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت ثابت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اتنے عظیم اور جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور مشائخ زندگی بھر سیاہ خضاب کا استعمال کر کے مذکورہ وعید بھرے احادیث کی مخالفت کرتے رہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ

پہلی توجیہہ مذکورہ عظیم ہستیوں نے خالص سیاہ خضاب نہیں لگایا ہے بلکہ سرخ سیاہی مائل یا سیاہ سرخی مائل خضاب استعمال کرتے تھے جو نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون بھی ہے۔

دوسری توجیہہ اگر مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات نے خالص سیاہ خضاب استعمال کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان حضرات کو ممانعت کے مذکورہ احادیث کا علم نہ تھا۔ اس لیے وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے اور جب ان حضرات کا یہ ناجائز عمل لاعلمی پر مبنی تھا، لہذا مذکورہ حضرات سیاہ خضاب لگانے پر گنہگار بھی نہیں ہیں

اور ان کا یہ عمل سیاہ خضاب کے استعمال کے جواز کے لیے دلیل بھی نہیں ہے۔

تیسری توجیہہ یہ حضرات غازی تھے جہاد کے وقت کفار کو دھوکہ دے کر مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگاتے تھے اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، کیونکہ دوران جنگ کفار کو دھوکہ دینا ازروئے شریعت جائز ہے "الحرب خدعة" جنگ دھوکہ ہی ہے۔

چوتھی توجیہہ یہ ایک مسلمہ شرعی اصول ہے کہ جب کسی شرعی حکم کے متعلق جواز اور عدم جواز کے دو طرفہ مساوی دلائل سامنے آجائیں اور تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوگی لہذا یہاں بھی سیاہ خضاب کی ممانعت والی احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی، صحابہ کرام وغیرہ کے مذکورہ عمل سے سیاہ خضاب جائز نہیں بنتا۔

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے حضرات کے جملہ توجیہات اور جوابات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اگر کسی نے مزید جوابات دیئے بھی ہوں تو بھی یقیناً مذکورہ چار جوابات کو تفصیل ہی ہوگا۔

ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ

اگر چند لمحات کے لیے پہلے سے جمائے ہوئے عقیدے اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

نظریے یا کسی مفتی کے فتوے پر خود اعتمادی کے اثرات سے خالی الذہن ہو کر مذکورہ جوابات کو دیکھا جائے تو بات بنتی نظر نہیں آتی۔

جواب اوّل کے متعلق عرض ہے پچھلے جلیل القدر محدثین اور چوٹی کے محققین اور اماموں کی تحقیقات پر دوبارہ نظر ڈالیے، علامہ ابن اثیرؒ جیسے مستند محدث، مفسّر اور مورخ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "البدایۃ والنہایۃ" میں تو صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ "حضرت حسین رضی اللہ عنہ وسمہ لگاتے تھے اور آپ کے سر اور داڑھی کے بال سخت سیاہ تھے" اور امام ابن قیم الجوزیؒ اپنی کتاب زاد المعاد میں وسمہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "وسمہ بالوں کو خالص سیاہ بناتا ہے" اور ہم کہتے پھریں کہ نہیں جی حضرت حسینؓ سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر جیسے نابغۂ روزگار محدث تو اپنی عظیم مستند کتاب، فتح الباری میں تصریح فرماتے ہیں کہ جو لوگ سیاہ خضاب کی رخصت دیتے ہیں ان میں سعد ابن أبی وقاص، عقبہ بن عامر اور حسین رضی اللہ عنہم جیسے عظیم صحابہ کرام شامل تھے، مگر ہم کہہ دیں کہ نہیں یہ صحیح نہیں، دراصل یہ حضرات سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

امام زہری جیسے عظیم تابعی، لاثانی عالم استاد الأئمۃ تو خود اعلان کریں کہ جب تک ہمارے چہرے میں جدت تھی ہم سیاہ خضاب استعمال کرتے

تھے مگر ہم پوری جرأت کے ساتھ کہیں نہیں جی امام زہری کو اپنے بالوں کے متعلق مغالطہ ہوا۔ درحقیقت وہ سیاہ خضاب نہ تھا، بلکہ سرخ سیاہی مائل تھا۔

فتاوٰی شامی اور فتاوی عالمگیریہ میں تو تصریح ہے کہ امام ابو یوسف سیاہ خضاب کو جائز قرار دیتے ہیں مگر ہم کہیں گے کہ نہیں جناب امام ابو یوسف تو سرخ و سیاہ خضاب کے جواز کا قائل ہے۔

علامہ مفتی محمد شفیعؒ تو جواہر الفقہ میں تو تصریح کریں کہ امام ابی یوسف نے سیاہ خضاب کے جواز کا جو قول کیا ہے، وہ مذکورہ صحابہ وغیرہ کے عمل کی روشنی میں کیا ہے، لیکن ہم کہہ دیں کہ امام ابی یوسف بلکہ مفتی محمد شفیع کو مغالطہ ہوا ہے مذکورہ صحابہ تو سیاہ خضاب نہیں بلکہ سرخ و سیاہ یعنی مسنون خضاب لگایا کرتے تھے۔

دوسری توجیہہ

کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس کے ہر قول وعمل کو شرعی دلیل کا درجہ حاصل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اوپر لازم ہے کہ میرے قول وعمل اور خلفاء الراشدین کے قول وعمل کی پیروی کرو۔ فرمایا (علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین) اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جس پر حضور علیہ السلام نے اپنے ماں باپ

(c) ketabton.com: The Digital Library

قربان کرنے کا اعلان فرمایا ہے "فرمایا، اِرْمِ فداكَ أبي و اُمّي" اور جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے اور مستجاب الدعوات بھی ہے نیز حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جیسے سردارانِ اہل جنت اور امامانِ اہل بیت اور پیشوایانِ اُمت اور دیگر بکثرت صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین، تبع تابعین اور محدثین، ائمہ فقہا اور مشائخ اسلام ایک ایسی گناہ سے بے خبر ہیں جو کہ بقول بعض کبیرہ گناہ ہے، جس کے کرنے والے پر جنت کی خوشبو تک حرام ہو جاتی ہے، جس کا مرتکب قیامت کے دن روسیاہ ہوگا جس کا کرنے والا فاسق ہو کر از روئے شریعت امامت صُغرای (امامت نماز) کی اہلیت کھو جاتا ہو، اور یہ بے علمی ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال نہ ہو، بلکہ عمر بھر ہو (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک جب زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے) نیز اس بات سے جو ایک اور بڑی خرابی لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ان حضرات کو مذکورہ احادیث ممانعت کا علم نہ تھا تو کیا لاکھوں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خیر القرون کے زمانے میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا علیہ السلام کا مذکورہ فرمان مذکورہ حضرات تک پہنچا دیتا ؟ اور حسبِ ذیل آیت اور حدیث پر عمل پیرا ہوتا۔

قولہ تعالیٰ، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیة قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الا فليبلّغ الشاهد منكم الغائب او كما قال علیہ السلام

تمہیں بہتر اُمت بنا کر لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا، تاکہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہو۔ حضور علیہ السلام نے میدان عرفات پر فرمایا، یاد رکھو تم میں سے جو موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک احکامات اسلام پہنچایا کرو۔ یعنی تم میں سے اسلامی احکامات سے باخبر لوگوں پر لازم ہے کہ بے خبر لوگوں تک ان احکامات کو پہنچایا کرو۔

نیز یہ بات مسلم ہے کہ نہ صرف اسلام میں بلکہ پورے انسانی ادیان میں (خواہ وہ حقہ ہوں یا باطلہ) اس دین کے حدود مملکت کے اندر رہنے والوں کے لیے اُس دین کے احکامات اور قوانین سے لاعلمی، ان احکامات کی خلاف ورزی اور قانون شکنی کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں بنتی حاصل کلام یہ کہ مذکورہ جواب "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" والی بات ہے

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے ؟

تیسری توجیہہ مذکورہ حضرات لڑائی اور جہاد کے دوران سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے، اس لیے بے وزن ہے کہ

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر کے اندر بیٹھے ہوئے جہاد کی نیت سے سیاہ خضاب لگاتے پھرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ میدانِ جنگ کفار کی وقت ایسا کریں، جیساکہ فقہائے نے تصریح کی ہے "تاکہ دشمن کی نگاہ میں قوی جوان ہیبت ناک نظر آئے اور جب آپ جانتے ہیں کہ مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات کے سیاہ خضاب استعمال کرنے کے واقعات بیشتر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بعد کی ہیں۔ جب خلافت فاروقی رضؓ کے آخری دور میں اسلام جزیرۂ عرب سے نکل کر افغانستان، چین کی سرحدات اور یورپ تک پہنچا تھا، اس لیے یہ وہ زمانہ نہ تھا کہ صحابہ کرام مدینہ منورہ یا حجاز میں کفار کے غیر متوقع حملہ کے لیے دن رات مسلح اور کمربستہ پھرتے رہتے تھے۔

البتہ جہاد والی بات اگرچہ بظاہر درست نظر آتی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حق میں آتی ہے، جو درحقیقت درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ اگرچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا، مگر انہوں نے نہ تو یزیدی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور نہ ہی عَلَم بغاوت بلند کیا تھا، جس پر حضرت حسین رضؓ کا وہ یادگار خطبہ گواہ ہے جو آپ نے میدانِ کربلا میں زیاد کے فوجوں کے سامنے جنگ شروع ہونے سے پہلے دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے

زیاد کے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے خلاف لڑنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں، اگر ایسی نیت ہوتی تو میں اپنے ساتھ اہلِ بیت کی مستورات اور بال بچے اپنے ساتھ نہ لے آتا، بلکہ میں تمہارے شیعان کوفہ کے بلانے پر آیا ہوں، اب یا تو مجھے یزید کے پاس جانے کی اجازت دو، تاکہ ہم آپس میں خود بات کرلیں، یا مجھے واپس مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دینے دو یا مجھے کسی اسلامی سرحد پر بھیج دو تاکہ میں کافروں کے خلاف مرتے دم تک جہاد کرتا ہوں (تفصیل کے لیے دیکھئے البدایۃ والنہایۃ)

یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی میدان جہاد کے مقابلہ کے لیے سیاہ خضاب نہیں لگایا تھا۔

چوتھی توجیہہ کہ جواز اور عدم جواز کے دلائل میں تطبیق نہ ہونے کی صورت میں ترجیح عدم جواز کو حاصل ہوتی ہے، کے متعلق اتنا عرض کرادوں کہ یہ نوبت یعنی عدم جواز کو ترجیح دینے کی نوبت تب آتی ہے کہ جب تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور اگر تطبیق کی معقول صورت ہو تو پہلے اس پر عمل کرنا لازم ہے، زیر بحث متعارض دلائل میں چونکہ تطبیق ممکن ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے اس لیے ترجیح کی سرے سے نوبت نہیں آتی ہے، نیز اگر اس چوتھے جواب یا توجیہہ کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہ جوابات

(c) ketabton.com: The Digital Library

(c) ketabton.com: The Digital Library

دے رہے ہیں، یعنی یہ کہ مذکورہ صحابہ کرام وغیرہ پر ضمناً سیاہ خضاب لگانے کی معصیت کے ارتکاب کا الزام نہ آجائے۔ وہی الزام ہم نے مذکورہ حضرات پر مُدلّل طریقے سے ثبت کر دیا۔ یہ گویا "فرّ من المطر الی المیزاب" بارش سے بھاگا، پرنالے کے نیچے کھڑا ہوا، والی بات ہوئی۔

فریق ثانی نے جو تطبیق کی ہے

واجاب عن حديث ابن عباس رفعه، يكون قوم يخضبون بالسواد لا يجدون ريح الجنة، بأنه لا دلالة فيه على كراهة الخضاب بالسواد بل فيه اخبار عن قوم هذه صفتهم الخ (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)

اور جواب دیا ہے ابن عباس کے اس مرفوع حدیث کا کہ آنے والے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے، جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے کہ اس حدیث میں خضاب سیاہ کی کراہت کی کوئی دلالت نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک جہنمی قوم کی خبر دی گئی ہے، جن کی ظاہری صفت یہ ہوگی کہ خضاب سیاہ لگاتے ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

تشریح یعنی اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ، سیاہ خضاب لگانا ہے، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ ان کی دیگر بد اعتقادیاں اور بد اعمالیاں ہوں گی، البتہ ان کی ظاہری صفت اور پہچان خضاب سیاہ ہوگی، لہٰذا یہ حدیث خضاب سیاہ کی ممانعت پر سرے سے دلالت نہیں کرتا۔ اس قسم کی بات ایک اور حدیث میں آئی ہے۔

عن ابی سعید ن الخدری انه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یخرج فیکم قوم تحقرون صلاتکم مع صلاتهم وصیامکم مع صیامهم وعملکم مع عملهم ویقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق

ابی سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ تم حقیر جانو گے اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلے میں اور وہ قرآن پڑھیں گے جو کہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے ایسے خالی ہاتھ نکلیں گے جیسے تیر نشانے سے۔

السهم من الرّمية.

(بخاری شریف جلد ثانی، صـ۷۵۶)

(بخاری شریف، جلد ۲ صـ۷۵۶)

عن سوید بن غفلة قال علیؓ سمعت النّبی صلی الله علیه وسلم یقول یأتی فی أخر الزمان قوم حدثآء الاسنان سفهآء الاحلام یقولون من خیر قول البریة یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرّمیّة لا یجاوز ایمانهم حناجرهم فاینما لقیتموهم فاقتلوهم فان قتلهم اجرٌ لمن قتلهم یوم القیامة (بخاری شریف جلد ثانی، صـ۷۵۶)

سوید بن غفلة سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں لوگ آئیں گے جو نو عمر اور کم عقل ہوں گے زبان پر بہترین باتیں (قرآن وحدیث) بیان کریں گے۔ دین اسلام سے ایسی خالی ہاتھ نکلیں گے جیسے تیر نشانے سے (بے داغ) نکلتا ہے۔ ان کی ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جہاں کہیں تمہیں یہ لوگ ملیں انہیں قتل کرو، بے شک ان کے قتل کرنے میں قاتلوں کے لیے قیامت کے دن ثواب ہو گا۔

(بخاری شریف جلد ۲، صـ۷۵۶)

تشریح دیکھئے ان احادیث میں جن لوگوں کی بے ایمانی اور واجب القتل ہونے کی خبر دی گئی ہے ان کی صفات یہ بیان کی گئی ہے کہ صوم وصلاۃ اور اعمال صالحہ کی بہترین نمائش کریں گے۔ بہترین اقوال اور قراۃ قرآن کا مظاہرہ کریں گے۔ واضح بات ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے بے ایمانی کی علت اور سبب اچھی نماز اچھے روزے، اچھے اعمال، تلاوت قرآن اور اچھی باتیں ہیں، بلکہ یہ ان لوگوں کی ظاہری صفات ہیں، ان کے بے ایمانی اور واجب القتل ہونے کی علت، ان کے اندرونی الحاد، زندلقیت نفاق اور ریا کاری ارتداد ہی ہو سکتی ہے۔ لیعنہ یہی مطلب ابن عباس کے سیاہ خضاب والی حدیث کا ہے، لیعنی ابن عباس کے حدیث میں جنت کی بُو نہ سونگھنے کی علت سیاہ خضاب نہیں، بلکہ ان کے اندرونی بداعتقادیاں ہیں، مگر وہ پوشیدہ ہیں۔ ان لوگوں کی ظاہر صفات میں سے نمایاں صفت سیاہ خضاب ہے

واجاب عن حدیث جابر جلبوه السواد، بأنه فی حق من صار سیب رأسه مستبشعا ولا یطرد ذالك فی حق کل احد انتهی

اور حضرت جابر کے حدیث میں جو آیا ہے کہ ابی قحافہ کے بالوں کو رنگ دو مگر سیاہ سے اجتناب کرو اس سے مراد وہ شخص ہے جو بہت بوڑھا ہو، یہ حکم ہر ایک کے لئے نہیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی اگر پہلے سے صحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سیاہ خضاب کی ممانعت متعارف اور معتاد نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو اس تنبیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

ایک نکتہ حضرت ابو بکر صدیق کے والد حضرت ابو قحافۃ رضی اللہ عنہما کے سر اور داڑھی کو خضاب دینے اور سیاہ سے اجتناب کرنے والی حدیث جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم النہی عن الخضاب بالسواد فی شأن ابی قحافۃ لما أتی بہ وراسہ ولحیتہ کالثغامۃ: "غیروا ھذا الشیب و جنبوہ السواد" (زاد المعاد، جلد ثالث، صہ ۲۱۹)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ابو قحافۃ لایا گیا اور ان کے سر اور داڑھی کے بال سخت سفید تھے تو آپ نے ان کی شان میں فرمایا "تم لوگ اس سفیدی کی رنگ تبدیل کرو اور سیاہی سے اجتناب کرو (زاد المعاد جلد ۳، صفحہ ۲۱۹)

حدیث ہذا میں خط کشیدہ الفاظ اور ان کے مفہوم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو قحافۃ رضی کتنا معمر اور بوڑھا تھا۔" لما أُتِیَ بہ" جب کہ اسے لایا گیا۔ فرمایا، گویا کہ وہ خود نہیں آسکتا تھا ورنہ "لما جاء"

(فتح الباری، ج ۱۰، صہ ۲۹۲)

(فتح الباری، ج ۱۰، صہ ۲۹۲)

اسی جواب کی تائید حضرت ابن شہاب جیسے عظیم تابعی اور امام محدثین کے قول و عمل سے ہوتا ہے۔

قال کنا نخضب بالسواد اذا کان الوجہ جدیدا فلما نفض الوجہ والاسنان ترکناہ۔ (فتح الباری ج ۱۰ صہ ۲۹۲)

فرمایا جب چہرے میں تر و تازگی تھی ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے جب چہرے پر بڑھاپا چھا گیا اور دانت ہلنے لگے تو ہم نے سیاہ خضاب چھوڑ دی (فتح الباری ج ۱۰ صہ ۲۹۲)

علامہ ابن ابی عاصم حضرت جابر والی حدیث سے یوں استنباط فرماتا ہے۔

واستنبط ابن أبی عاصم من قولہ علیہ السلام جنبوہ السواد، أن الخضاب بالسواد کان من عادتھم۔ (فتح الباری جلد عاشر صہ ۲۹۲)

حضور علیہ السلام کے اس قول سے کہ "ابی قحافۃ کے بالوں کو سیاہ خضاب نہ لگاؤ" علامۃ ابن ابی عاصم نے یوں استنباط کیا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا صحابۃ کے عادت میں سے تھا۔ (فتح الباری ج ۱۰ صہ ۲۹۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

جب کہ وہ آیا، کہنا چاہیے تھا، نیز چاہیے تھا کہ حضور علیہ السلام ابو قحافہ کو خود فرماتے اے ابو قحافۃ "غیّر الشیب وجنب السواد" اس سفیدی کی رنگ کو تبدیل کرو اور سیاہی سے بچو۔" مگر حضور علیہ السلام نے ابو قحافہ کی بجائے ساتھ والے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔" غیّروا ھذا الشیب وجنبوہ السواد" تم لوگ اس کے سفید بالوں کی رنگ تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو۔ البدایۃ والنھایۃ' میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور علیہ السلام مسجد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے والد ابو قحافہ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے لا کر حضور علیہ السلام کے سامنے بٹھایا حضور نے فرمایا اس بوڑھے کو گھر کے اندر کیوں نہ چھوڑا، تاکہ میں ان کے پاس خود چل کر آتا، پھر حضور نے فرمایا کہ ان کے بالوں کو تبدیل کرو مگر سیاہ رنگ سے بچو اور ان سے کہا کہ اسلام لاؤ تو وہ اسلام لایا۔ (البدایۃ، ج ۴ ص ۲۹۴)

حضرت ابو قحافہ کی بینائی بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی۔ حضرت ابو قحافہ سنہ ۱۴ھ میں، ۹۷ سال کی عمر میں وفات پا چکے تھے۔ اس حساب سے فتح مکہ کے دن ان کی "۹۱" سال تھی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال) اس عمر میں سیاہ خضاب زینت نہیں مُثلہ اور بدنمائی بن جاتا ہے تو آپ کا نام عثمان بن عامر تھا۔

علامہ ابن حجر حضرت ابو درداء کے حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور یعنی ضعیف ہے۔

وقد اخرج الطبرانی و ابن ابی عاصم من حدیث أبی الدرداء رفعه، من خضب بالسواد سوّد اللہ وجهه یوم القیامة، وسنده لیّن (فتح الباری، جلد عاشر ص۲۹۲)

طبرانی اور ابن ابی عاصم نے ابو الدرداء کا جو مرفوع حدیث نقل کیا ہے کہ جس نے سیاہ خضاب لگایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو روسیاہ کرے گا۔ اس حدیث کی سند کمزور اور ضعیف ہے۔ (فتح الباری ج۱۰ ص۲۹۲)

یہ ہے وہ تطبیق اور جوابات جو کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے احادیث ممانعت خضاب سیاہ کے بارے میں اختیار کی ہے۔

علامہ ابن قیّم الجوزیؒ نے اس بارے میں جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

فالجواب من وجهین: احدهما: أن النهی عن التسوید البحت، فاما اذا اضیف الی الحناء

احادیث نہی کے جوابات دو ہیں ایک تو یہ کہ نہی جو وارد ہوئی ہے وہ خالص سیاہ رنگ کے بارے میں ہے اور جب مہندی کے ساتھ کتم

(c) ketabton.com: The Digital Library

شئ آخر كالكتم ونحوه فلا بأس به فان الكتم والحناء يجعل الشعر بين الاحمر والاسود بخلاف الوسمة، فانها تجعله اسود فاحما، و هذا اصح الجوابين والجواب الثاني: أن الخضاب بالسواد المنهي عنه خضاب التدليس فانه من الغش والخداع، فأما اذا لم يتضمن تدليسا ولا خداعا فقد صح عن الحسن والحسين وغيرهما من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم اجمعين

جیسے سیاہ رنگ والی چیز ملا دی جائے تو پھر جائز ہے اس لئے کہ کتم وغیرہ جیسی سیاہ چیز اور مہندی ملا کر بالوں کی رنگ سرخ مائل سیاہ کر دیتا ہے، البتہ وسمہ کا حکم نہیں کیونکہ وسمہ بالوں کو خالص سیاہ رنگ کے کر دیتا ہے اور یہ جواب دونوں جوابوں میں اصح ہے اور جواب ثانی یہ ہے کہ احادیثوں میں سیاہ خضاب سے جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ ہے کہ کسی مسلمان کے ساتھ فریب کاری، دغابازی، دھوکہ بازی کے لیے کیا جائے، ایسا کرنا ممنوع ہے۔ اور اگر سیاہ خضاب دھوکہ دہی کے لیے نہ ہو، زینت اور خوبصورتی کے لیے ہو، تو جائز ہے اس لئے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دیگر جلیل القدر

انهم كانوا يختضبون بالسواد، الخ (زاد المعاد ج ٣ صـ ٢١٩)

صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ یہ حضرات خالص سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے، تفصیل کے لیے دیکھئے زاد المعادؒ جلد ۳، صـ ۲۱۹)

ایک وہم اور اس کا ازالہ

کسی کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ جب علامہ ابن قیم نے پہلے جواب کو "اصح" "بہت صحیح" کہا جس سے سیاہ خضاب کی ممانعت لازم آتی ہے تو خود بخود دوسرا جواب" جس سے سیاہ خضاب کا جواز ثابت ہوتا ہے" غیر صحیح، ناقابل اعتبار اور مرجوح ہوا۔

یہ گمان کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ قانون اور اصول یہ ہے کہ جب کسی حکم کے دو شقوں میں سے کسی ایک کو "اصح" کہا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا دوسرا شق بھی "صحیح" ہے۔ علامہ شامی" فرماتا ہے۔

" اذا كان التصحيح بصيغة افعل التفضيل (كالاصح

جب کسی روایت کو درست ظاہر کرنے کے لیے افعل تفضیل کا صیغہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

أفاد أن الروایة المخالفة صحیحة ایضا فله الافتاء بأیٍ شاء منهما وان کان الاولی تقدیم الاولی منهما۔ (شامی، ج۱، صـ۵۴)

استعمال کیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا متقابل اور مخالف روایت بھی صحیح ہے پس مفتی کو اختیار ہے کہ جس شق پر فتویٰ دے دے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پہلے شق پر فتویٰ دیں۔ (شامی، ج۱، صـ۵۴)

نیز پچھلے صفحات میں صفحہ ۱۳ دوبارہ دیکھئے، وہاں اس جواب اول پر تفصیلی مدلل بحث کی جا چکی ہے۔

ایک باریک نکتہ

جس موقع اور محل میں شرعاً دھوکہ دینا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے، وہاں سیاہ خضاب بالاجماع و اتفاق جائز ہے جیسا کہ جہاد میں اس لیے کہ جہاد میں دھوکہ دینے کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ حضور علیہ السلام نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

" الحرب خدعة" جہاد نام ہی دشمن کو دھوکہ دینے کا ہے اور جہاں مسلمان کے لیے شرعاً دھوکہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں بالاجماع و اتفاق دھوکہ دہی کے لیے سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں بلکہ تو کا یہ اجماع اور اتفاق اس بات کی تائید ہے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت

میں بنیادی پوائنٹ اور نکتہ دھوکہ دہی یا بدصورتی اور بدنمائی ہے جیسے اکیاون سالہ ابو قحافہ جیسے شیخ فانی کے لیے اور جہاں ممانعت کی یہ وجوہات نہ ہوں وہاں ممانعت نہیں ہے جس پر عظیم سلف الصالحین اور پیشوایان اُمت کا عمل گواہ ہے۔

مقام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مقام کی مناسبت سے یہاں میں (دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ البلاغ جس کے نگران مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مدیر مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب ہیں) سے چند احادیث مع تشریح نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے زیر بحث مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکے گی۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان متأسیا فلیتأس با اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأنھم ابر ھذہ الامة قلوبا و اعمقھا علما و اقلھا تکلفا و اقومھا

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے، کیونکہ یہ حضرات دلوں کے اعتبار سے ساری امت سے زیادہ پاک، علم کے اعتبار سے زیادہ گہرے تکلف اور بناوٹ

(c) ketabton.com: The Digital Library

هدیا واحسنها حالا قوم اختارهم الله لصحبة نبيه و اقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوا آثارهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم

سے الگ تھلگ، عادات واطوار کے اعتبار سے معتدل، حالات وکردار کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ تم ان کو قدر پہچانو اور ان کے اقوال وافعال کی پیروی کرو، کیونکہ یہی لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں

حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ قول سے جہاں حضرات صحابہ کرام کا خود اللہ کی طرف سے منتخب کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے کردار میں انہی کی پیروی کرنی چاہیے، کیونکہ صحبت نبوی کی برکت کی وجہ سے ان کے اقوال وافعال حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کا پرتو ہیں۔

صحابہ کرام ہدایت کی روشن تاریں ہیں

صحابہ کرام صحبت نبوی کی برکت سے نمونہ ہدایت بن گئے تھے، چنانچہ جس صحابی کی زندگی کو بھی اپنا رہنما بنایا جائے۔ انسان ہدایت پا سکتا ہے

عن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ربي عن اختلاف اصحابي من بعدي فاوحى الي يا محمد ان اصحابك عندي بمنزلة النجوم من السمآء بعضها اقوى من بعض ولكلٍّ نور فمن اخذ بشيءٍ مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على الهدى وقال اصحابي كالنجوم بأيّهم اقتديتم اهتديتم

(زرین جمع الفوائد)

نے فرمایا کہ میں نے میرے بعد اپنے صحابہ میں پیدا ہونے والے اختلاف کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا (کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تو میری طرف وحی آئی کہ اے محمد، تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں روشنی ہے (بایں ہمہ) بعض کا نور بعض سے قوی ہے پس جس نے ان کے اختلافات میں سے جس بات کو لے لیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے، پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے (زرین جمع الفوائد)

فائدہ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ہر صحابی "معیار حق" اور "راہ ہدایت

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا رہبر ہے امت میں سے جو شخص بھی ان میں سے جس کا اتباع کرے گا، وہ ہدایت پر ہی رہے گا اور مرنے کے بعد ہدایت یافتگان ہی میں اٹھے گا، نیز اس حدیث سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ مختلف معاملات میں مختلف صحابہ کا الگ الگ طرزِ عمل بلکہ بسا اوقات ایک ہی معاملہ میں ان نفوسِ قدسیہ کا باہمی اختلاف اور نزاع بھی ان میں سے ہر ایک کے "مشعلِ ہدایت" ہونے سے مانع نہیں، کیونکہ مختلف معاملات مختلف انسانوں کا باہمی اختلاف انسانی فطرت میں داخل ہے مگر اس باہمی اختلاف میں بھی مسلمانوں کا ایک دوسرے سے ویسا ہی رویّہ رکھنا، جیسا صحابہ کرامؓ نے رکھا، ہدایت اور کامیابی کی دلیل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بعض اوقات باہمی اختلاف کے باوجود ان میں سے ہر ہر صحابی کو ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے اور ہر ایک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ اگر تم بھی اس راستے کو اختیار کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا نہ کہو، خدا کی قسم اگر تم ان کے طریقہ پر چلو گے تو بہت جلد ہی منزل کو پالو گے اور اگر تم ان کے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں موڑ دو گے تو بدترین گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ (ابن نجار عن ابی سعید)

تمام صحابہ کرامؓ اگرچہ مشعلِ ہدایت ہی ہیں مگر ان میں بھی حضرات خلفائے راشدین کو غیر معمولی فضیلت حاصل ہے۔

خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم

عن عرباض بن سارية رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين عضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل بدعة ضلالة (ابوداؤد، ترمذی ابن ماجۃ، مسند احمد)

حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو شخص بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، پس تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت اختیار کرو اور ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور نئے نئے اعمال (بدعتوں) سے بچو، بے شک ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف، مسند امام احمد)

تشریح اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی سنت کی طرح خلفائے راشدین کی سنت کو بھی واجب الاتباع اور
فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ البلاغ، ماہ جمادی الاخری
۱۴۱۰ھ، جنوری ۱۹۹۰ء)

حاصل کلام یہ کہ سیاہ خضاب کو جائز زینت اور تجمل کے لیے جواز
کا فتویٰ جن حضرات نے دیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہ کرام
جن میں خلفائے راشدین (حضرت عثمان خلیفہ ثالث) اہل بیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (حضرات حسنین) اور عشرہ مبشرہ (سعد ابن ابی وقاص)
جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا عمل اپنے لیے حجت
بنایا ہے۔ علامہ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

" امام ابو یوسفؒ انہیں حضرات کے تعامل سے حجت اختیار کرتے ہیں"
(جواہر الفقہ)

اور یہی وجہ ہے کہ علامہ" سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابو یوسف"
کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاصح أنه لا بأس به وهو المروي عن ابي يوسف رحمه الله تعالى

اصح بات یہ ہے کہ (زینت کے لئے خضاب سیاہ) جائز ہے اور یہی روایت ہے۔ حضرت ابو یوسف

قال كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها (المبسوط جزء عاشر، ص ۱۹۹)

رحمہ اللہ تعالیٰ سے، آپ نے فرمایا کہ جیسے میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے لئے زینت کرے ویسی ہی وہ چاہتی ہے کہ میں ان کے لیے زینت کروں۔ (مبسوط السرخسیؒ)

حضرت امام سرخسیؒ اور ان کی مبسوط کا مقام اور مرتبہ

مسلک حنفی کے ائمہ اور فقہاء کے کل سات طبقات ہیں جن میں سے
امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ دوسرے طبقے میں ہیں۔
اور امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ تیسرے طبقے میں ہیں جسے طبقۃ المجتہدین فی
المسائل کہتے ہیں جس کا رتبہ امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے بعد دیگر فقہاء سے مقدم
ہے اور صاحب ترجیح ہے یعنی جس مسئلہ میں کئی روایات ہوں۔ ان میں
روایت کو علامہ سرخسیؒ راجح اور قوی بتائے وہی راجح سمجھا جائے گا۔
(کذا فی رسم المفتی تصنیف علامہ ابن عابدین)

حاصل جواب یہ ہے کہ جائز زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے
میں سلف الصالحین میں چونکہ اختلاف چلا آیا ہے اس لیے سیاہ خضاب
کو مطلقاً ناجائز کہنا اور ایسا کرنے والے کو فاسق قرار دے کر اس کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ ہونے کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے، بلکہ ایسا فتویٰ مفتی کے شان اور مقام کے لائق نہیں ہے۔ البتہ اگر تقوی کی رو سے اور اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاط کی بنا پر کوئی خود اس سے اجتناب کر کے سرخ خضاب استعمال کرے یا اس کا فتویٰ دے تو یہ اور بات ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

المجیب نور محمد

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library